سوال

(16)نکاح کے احکام

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

نکاح کے احکام

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!
الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

نکاح کا موضوع نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ فقہائے کرام نے اپنی تصنیفات میں نکاح کے مسائل کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کے مقاصد اور اثرات کو خوب واضح فرمایا ہے کیونکہ کتاب وسنت اور اجماع میں اس کی مشروعیت نمایاں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَانكِحوا ما طابَ لَكُم مِنَ النِّساءِ مَثنىٰ وَثُلـٰثَ وَرُبـٰعَ ... ﴿٣﴾... سورة النساء

"عورتوں میں سے جو بھی تمھیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کر لو دو، دو، تین تین اور چار چار سے۔[1]

جب اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کا ذکر کیا جن سے نکاح کرنا حرام ہے تو آخر میں فرمایا:

وَأُحِلَّ لَكُم ما وَراءَ ذٰلِكُم أَن تَبتَغوا بِأَموٰلِكُم مُحصِنينَ غَيرَ مُسـٰفِحينَ ... ﴿٢٤﴾... سورة النساء

"اور عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئیں کہ اپنے مال کے مہر سے تم ان سے نکاح کرنا چاہو۔ برے کام سے بچنے کے لیے نہ کہ شہوت رانی کرنے کے لیے۔"[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح پر توجہ اور رغبت دلاتے ہوئے فرمایا:

"يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ"

"اے نوجوانوں کی جماعت! جو شخص تم میں سے قوت پاتا ہو وہ نکاح کرے کیونکہ اس سے نگاہ نیچی اور شرمگاہ محفوظ ہو جاتی ہے۔"[3]

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

"تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الأُمَمَ يوم القيامة"

"تم بہت بچے جننے والیوں اور بہت محبت کرنے والیوں سے نکاح کرو۔ بے شک میں تمھاری کثرت ہی کی وجہ سے روز قیامت دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔" [4]

نکاح میں جو عظیم اور اہم مقاصد پنہاں ہیں اب ان کا تذکرہ اختصار سے کیا جاتا ہے۔

1۔ نکاح کے ذریعے سے نسل انسانی کی بقا ہے اور مسلمانوں کی تعداد کو بڑھانا مقصود ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں اور اس کے دین کا دفاع کرنے والوں کو جنم دے کر ان کی تعداد بڑھا کر کفار پر رعب قائم رکھنا ہے۔

2۔ نکاح کا ایک مقصد عزت و عصمت کو بچانا اور انسان کو بدکاری سے محفوظ رکھنا ہے۔ جس کے باعث انسانی معاشرے میں بگاڑ اور فساد پیدا ہوتا ہے۔

3۔ نکاح کا ایک مقصد یہ ہے کہ مرد خاوند کی حیثیت سے اپنی بیوی کو نان و نفقہ دے اور اس کے دیگر حقوق کا خیال رکھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الرِّجالُ قَوّٰمونَ عَلَى النِّساءِ بِما فَضَّلَ اللَّهُ بَعضَهُم عَلىٰ بَعضٍ وَبِما أَنفَقوا مِن أَموٰلِهِم... ٣٤ ... سورة النساء

"مرد عوتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔" [5]

4۔ نکاح کا مقصد خاوند اور بیوی کے درمیان محبت و سکون پیدا کرنا ہے اور دل کی راحت اور نفسانی تسکین ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

وَمِن ءايٰتِهِ أَن خَلَقَ لَكُم مِن أَنفُسِكُم أَزوٰجًا لِتَسكُنوا إِلَيها... ٢١ ... سورة الروم

اور نشانیوں میں سے ہے کہ تمھاری جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ۔" [6]

نیز فرمان الٰہی ہے۔

هُوَ الَّذى خَلَقَكُم مِن نَفسٍ وٰحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنها زَوجَها لِيَسكُنَ إِلَيها ١٨٩ ... سورة الاعراف

"وہ اللہ ایسا ہے جس نے تم کو جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس جوڑے سے انس حاصل کرے۔" [7]

5۔ نکاح انسانی معاشرے کو ان برے کاموں سے محفوظ رکھتا ہے جو انسان کے اخلاق کو تباہ کرتے اور اسے اعلیٰ مقام و مرتبے سے گرا دیتے ہیں۔

6۔ نکاح کے ذریعے سے نسب کی حفاظت رشتہ داری کی بنیاد اور اقرباء کو باہم جوڑنا ہے۔ اور یہ ایک شریف خاندان کے قیام کا موجب ہے جس کی بنیاد محبت، شفقت صلہ رحمی اور ایک دوسرے کی مدد و خیر خواہی کرنے پر ہوتی ہے۔

7۔ نکاح سے آدمی حیوانی زندگی سے بلند ہو کر اعلیٰ انسانی زندگی کی سطح پر آجاتا ہے۔

نکاح کے یہ مذکورہ فوائد اور اثرات و نتائج اس نکاح پر مرتب ہوتے ہیں جو کتاب و سنت کے احکام کی روشنی میں منعقد ہوا اور اس کے شرعی تقاضے پورے ہوں۔

نکاح ایک عقد شرعی ہے جس کا تقاضا ہے کہ خاوند اور بیوی ایک دوسرے سے متمتع ہوں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

"اتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّهُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ وَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللَّهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللَّهِ"

"میں تمھیں عورتوں کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں کہ ان سے اچھا سلوک کرنا وہ تمھارے ماتحت اور احکام کی پابند ہیں۔[8]اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق تم نے ان کی عصمت کو حلال سمجھا ہے۔"[9]

عقد نکاح زوجین کے درمیان ایک پختہ معاہدے کا نام ہے ارشاد الٰہی ہے :

وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَـٰقًا غَلِيظًا ﴿٢١﴾... سورة النساء

"اور ان عورتوں نے تم سے مضبوط عہد وپیمان لے رکھا ہے۔[10]

اس عقد کے جملہ تقاضے پورے کرنا زوجین میں سے ہر ایک پر لازم ہے۔ ارشاد الٰہی ہے :

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَوْفُوا۟ بِٱلْعُقُودِ ﴿١﴾... سورة المائدة

"اے ایمان والو! عہد وپیمان پورے کرو۔"[11]

جس شخص میں ہمت واستطاعت ہو اور اسے بیویوں کے درمیان ناانصافی کے ارتکاب کا خطرہ نہ ہو تو وہ ایک سے زیادہ یعنی چار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَٱنكِحُوا۟ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ مَثْنَىٰ وَثُلَـٰثَ وَرُبَـٰعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا۟ فَوَٰحِدَةً ﴿٣﴾... سورة النساء

"عورتوں میں سے جو بھی تمھیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کر لو دو، دو، تین تین اور چار چار سے، لیکن اگر تمھیں برابری (عدل) نہ کر سکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کے ساتھ نکاح کرو۔[12]

اس آیت میں عدل سے مراد حسب انصاف قائم کرنا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ خاوند اپنی بیویوں کے درمیان نفقہ، لباس، رہائش اور شب بسری وغیرہ امور میں مساوات قائم رکھے۔

ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت شریعت اسلامی کی خوبیوں میں سے ایک خوبی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ شریعت ہر زمانے میں اور ہر مقام پر قابل عمل ہے۔ اس میں مردوں، عورتوں بلکہ پورے معاشرے کے لیے قیمتی فوائد ہیں۔

اس لیے کہ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ عورتوں کی تعداد مردوں کی نسبت زیادہ ہے۔ علاوہ ازیں مردوں کو ایسے خطرناک حالات سے واسطہ پڑتا ہے جن کی وجہ سے ان کی تعداد کم ہوتی رہتی ہے مثلاً: جنگ اور سفر کے خطرات وغیرہ جبکہ عورتوں کو اس قسم کے حالات کا سامنا نہیں ہوتا۔ اسی لیے ان کی تعداد بڑھتی ہے۔ اگر مرد پر صرف ایک عورت بطور بیوی رکھنے کی پابندی عائد کر دی جائے تو بہت سی عورتیں دائرہ نکاح میں داخل نہ ہو سکیں گی۔

اسی طرح عورت کو حیض اور نفاس کا عارضہ بھی ہوتا ہے اگر مرد کو دوسری عورت سے نکاح کرنے سے روک دیا جائے تو مرد پر اکثر ایسے اوقات گزریں گے جن میں وہ وظیفہ زوجیت

سے متمتع نہ ہوسکے گا۔

یہ بات بھی بہت واضح ہے کہ عورت سے کامل اور نتیجہ خیز استمتاع ناامیدی کی عمر میں ختم ہوجاتا ہے جو پچاس برس کی عمر ہے بخلاف مرد کے کہ اس میں استمتاع اور تولید کی صلاحیت بڑھاپے کی عمر تک ہوتی ہے۔ اگر اسے صرف ایک عورت سے شادی کرنے کا پابند کر دیا جائے تو وہ خیر کثیر سے محروم ہوجائے گا اور منفعت انجاب و نسل کے حصول میں تعطل واقع ہوگا۔

تعداد ازواج میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسانی معاشرے میں مردوں کی نسبت عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ اگر مرد کو ایک عورت سے شادی کا پابند کر دیا جائے تو معاشرے میں بہت سی عورتیں بے سہارا رہیں گی۔ جس کا نتیجہ اخلاقی بگاڑ کی صورت میں ظاہر ہوگا عورتوں کا فطری اور طبعی نقصان ہوگا اور وہ زندگی کی زینت اور لطیف لمحات سے بہرہ ور نہ ہو سکیں گی۔

خلاصہ یہ کہ انسانی معاشرے پر تعداد ازواج کے کثیر اور مفید نتائج مرتب ہوتے ہیں اور شریعت کے ان احکام میں نہایت قیمتی حکمتیں پنہاں ہیں۔

اللہ تعالی ان لوگوں کا ستیاناس کرے جو اس راہ میں بند باندھنے کی منصوبہ بندی کرتے ہیں اور انسانی معاشرے کی فطری مصلحتوں اور منفعتوں میں تعطل پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

شرعی کے اعتبار سے نکاح کی چار قسمیں ہیں یعنی نکاح کبھی واجب کبھی مستحب کبھی حرام اور کبھی مکروہ ہوتا ہے۔ نکاح واجب تب ہے جب کسی کو ترک نکاح کی صورت میں بدکاری میں ملوث ہوجانے کا خطرہ ہو کیونکہ نکاح

کا مقصد خود کو حرام کے ارتکاب سے بچانا ہے۔

اسی حالت کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اگر کسی انسان کو نکاح کی ایسی احتیاج ہو کہ اس کے ترک سے بدکاری میں ملوث ہوجانے کا خطرہ ہو تو وہ نکاح فرض حج سے مقدم ہے۔"[13]

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ "ایسے شخص کے لیے نکاح کرنا نفلی روزے سے بہتر ہے۔" اہل علم کی رائے یہ ہے کہ ایسی حالت میں نکاح کرنا فرض ہے وہ اخراجات کی ادائیگی پر قادر ہو یا نہ ہو۔

شیخ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ نکاح کرنے کے لیے مال دار ہونا ضروری نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نکاح کے سبب غنی کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ "چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

إِن يَكونوا فُقَراءَ يُغنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضلِهِ ﴿٣٢﴾... سورة النور

"اگر وہ مفلس بھی ہوں گے تو اللہ انھیں اپنے فضل سے امیر بنا دے گا۔"[14]

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ اس حال میں صبح ہوتی کہ کھانے کے لیے کچھ نہ ہوتا اور کبھی اس حال میں شام ہوتی کہ پاس کچھ نہ ہوتا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کی شادی کی جس کے پاس لوہے کی انگوٹھی نہ تھی۔

قوت وشہوت موجود ہو اور ارتکاب زنا کا خطرہ نہ ہو تو نکاح کرنا مستحب ہے کیونکہ نکاح مردوں اور عورتوں کے لیے بہت سی مصلحتوں اور فوائد پر مشتمل ہے۔

جب جماع کی خواہش نہ ہو مثلاً: کسی شخص کا عمر رسیدہ ہونا یا اس کی قوت باہ کا کمزور ہونا تو اس کے لیے نکاح کرنا مباح ہے۔ البتہ کبھی ایسی حالت میں نکاح کرنا مکروہ ہوتا ہے کیونکہ

اس سے عورت کے لیے نکاح کا مقصد یعنی تحفظ عصمت فوت ہو جاتا ہے اور اس کے فطری جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے ۔

مسلمان شخص کے لیے اس وقت نکاح کرنا حرام ہے جب وہ کفار کے ایسے ملک میں رہتا ہو جو " دار لحراب " ہو کیونکہ اس صورت میں اولاد کو اخلاقی خطرات درپیش ہوتے ہیں اور کافروں کے تسلط کا خطرہ ہوتا ہے نیز اس ماحول میں بیوی کے غیر مامون ہونے کا اندیشہ ہے ۔

ایسی عورت سے نکاح کرنا مسنون ہے جو دین والی ، باعفت اور نیک خاندان کی ہو کیونکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

" تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ : لِمَالِهَا ، وَلِحَسَبِهَا ، وَلِجَمَالِهَا ، وَلِدِينِهَا ، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاکَ"

" عورت سے چار چیزوں کے پیش نظر نکاح کیا جاتا ہے ۔ (1) اس کے مال (2) خاندان (3) جمال (4) اور دین کی وجہ سے لیکن تم اس کے دین کو دیکھ کر نکاح کرو ۔ تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں ۔ "[15]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے لیے عورت کے انتخاب میں دین کے علاوہ کسی اور چیز کو معیار بنانے سے منع فرمایا ہے ۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے ۔

"لَا تَنْكِحُوا النِّسَاءَ لِحُسْنِهِنَّ فَلَعَلَّهُ يُرْدِيهِنَّ ، وَلَا لِمَالِهِنَّ فَلَعَلَّهُ يُطْغِيهِنَّ ، وَانْكِحُوهُنَّ لِلدِّينِ"

" عورتوں سے حسن کی بنا پر شادی نہ کرو ۔ ہو سکتا ہے ان کا حسن انھیں تباہ کر دے ۔ اور نہ ان کے مال کو دیکھ کر شادی کرو کیونکہ ممکن ہے مال انھیں سرکش بنا دے تم ان کے دین کی وجہ سے شادی کرو ۔ "[16]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جوان اور کنواری عورت سے شادی کرنے کی طرف رغبت دلائی ہے چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا :

"ہلا تزوجت بکرا تلاعبها وتلاعبک"

" تم نے کنواری سے شادی کیوں نہ کی کہ تم اس سے اور وہ تم سے کھیل وشغل کرتی ۔ "[17]

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے کوئی خاوند دیکھا نہیں ہوتا ۔ اس لیے اس کی محبت کامل درجے کی ہوتی ہے وگرنہ ممکن ہے اس کا دل پہلے خاوند کے ساتھ معلق رہے اور دوسرے شوہر کی طرف اس کا پوری طرح میلان نہ ہو ۔

مسنون یہ ہے کہ ایسی عورت سے شادی کی جائے جس سے زیادہ بچے پیدا ہونے کی امید ہو کیونکہ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الأُمَمَ يوم القيامة"

" تم ان عورتوں سے شادی کرو جو بہت محبت کرنے والیاں اور بچے جننے والیاں ہوں کیونکہ روز قیامت تمھاری کثرت ہی کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا ۔ "[18]

اس مفہوم کی اور بھی روایات ہیں ۔

نکاح کا حکم انسان کی جسمانی اور مالی حالت اور ذمے داری نبھانے کی استعداد کے مختلف ہونے کی بنا پر مختلف ہوتا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے نوجوانوں کو

جلدی شادی کرنے کی ترغیب دی کیونکہ دوسروں کی نسبت انھیں نکاح کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَلْيَصُمْ فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ"

"اے نوجوانوں کی جماعت! جو تم میں سے قوت رکھے وہ شادی کرے کیونکہ اس سے نگاہ نیچی اور شرمگاہ محفوظ ہوجاتی ہے۔ اور جو شخص طاقت نہ رکھے وہ روزے رکھے اس کی وجہ سے اس کے جذبات کی شدت ختم ہوجائے گی۔"[19]

شادی کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں آپ نے جذبات کا جوش کم کرنے کے لیے روزہ رکھنے کی ہدایت فرمائی کیونکہ روزہ سے جہاں صنفی (جنسی) خواہشات پر کنٹرول ہوتا ہے وہاں خشیت الٰہی اور تقوے کی صفات سے بھی انسان مالامال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَـٰأَيُّهَا الَّذينَ ءامَنوا كُتِبَ عَلَيكُمُ الصِّيامُ كَما كُتِبَ عَلَى الَّذينَ مِن قَبلِكُم لَعَلَّكُم تَتَّقونَ ١٨٣ ... سورة البقرة

"اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر صوم (روزہ) فرض کیا گیا تھا تاکہ تقوی اختیار کرو۔[20]

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَأَن تَصوموا خَيرٌ لَكُم إِن كُنتُم تَعلَمونَ ١٨٤ ... سورة البقرة

"لیکن تمھارے حق میں بہتر کام روزے رکھنا ہی ہے اگر تم باعلم ہو۔"[21]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دوچیزوں کے بارے میں حکم دیا ہے اور انسان کو شہوت کے خطرات سے بچنے کی تعلیم دی ہے لہٰذا انسان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ آپ کو خطرات کے بھنور میں ڈالے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَليَستَعفِفِ الَّذينَ لا يَجِدونَ نِكاحًا حَتّىٰ يُغنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضلِهِ وَالَّذينَ يَبتَغونَ الكِتـٰبَ مِمّا مَلَكَت أَيمـٰنُكُم فَكاتِبوهُم إِن عَلِمتُم فيهِم خَيرًا وَءاتوهُم مِن مالِ اللَّهِ الَّذى ءاتىٰكُم وَلا تُكرِهوا فَتَيـٰتِكُم عَلَى البِغاءِ إِن أَرَدنَ تَحَصُّنًا لِتَبتَغوا عَرَضَ الحَيوٰةِ الدُّنيا وَمَن يُكرِههُنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِن بَعدِ إِكر‌ٰهِهِنَّ غَفورٌ رَحيمٌ ٣٣ ... سورة النور

"اوران لوگوں کو پاک دامن رہنا چاہیئے جو اپنا نکاح کرنے کا مقدور نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے مالدار بنا دے، تمہارے غلاموں میں جو کوئی کچھ تمہیں دے کر آزادی کی تحریر کرانی چاہے تو تم ایسی تحریر انہیں کردیا کرو اگر تم کو ان میں کوئی بھلائی نظر آتی ہو۔ اور اللہ نے جو مال تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے انہیں بھی دو، تمہاری جو لونڈیاں پاک دامن رہنا چاہتی ہیں انہیں دنیا کی زندگی کے فائدے کی غرض سے بدکاری پر مجبور نہ کرو اور جو انہیں مجبور کردے تو اللہ تعالیٰ ان پر جبر کے بعد بخشش دینے والا اور مہربانی کرنے والا ہے"[22]

نکاح کا پیغام دینے کے احکام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

"إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ"

"جب کوئی کسی کو نکاح کرنے کا پیغام دے تو اگر وہ اس (خوبی) کو دیکھ سکتا ہو جس کی بنا پر وہ اس عورت کی طرف راغب ہوتا ہو تو وہ کام کر لے۔[23]

ایک اور حدیث میں ہے :

"انْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا"

"تم اسے (اپنی متوقع بیوی کو) دیکھ لو۔ یہ زیادہ لائق ہے کہ اس وجہ سے تمہارے درمیان زیادہ محبت پیدا ہو جائے۔[24]

ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ مرد اپنی مخطوبہ کو دیکھ سکتا ہے البتہ اس کا طریقہ یہ ہو کہ عورت کو علم ہو نہ اس سے خلوت میں ملاقات ہو۔

فقہائے اسلام فرماتے ہیں۔ جو آدمی کسی عورت سے منگنی کا ارادہ رکھے اور غالب گمان یہ ہو کہ عورت اس کے پیغام کو قبول کرے گی تو اس کے لیے اس عورت کے عادۃ کھلے رہنے والے اعضاء کا دیکھنا جائز ہے بشر طیکہ اس سے خلوت نہ ہو اور فتنے کا ڈر نہ ہو۔"

سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے۔ "(ہدایات نبوی کے مطابق) میں اسے دیکھنے کے لیے چھپ کے بیٹھا کرتا تھا یہاں تک کہ میں نے اپنی مخطوبہ کے وہ اوصاف دیکھ لیے جن کی بنا پر مجھے اس سے نکاح کی رغبت پیدا ہو گئی تو میں نے اس سے شادی کر لی۔"[25]

اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ مخطوبہ عورت سے خلوت میں ملاقات کرنا جائز نہیں نیز وہ اس طرح دیکھے کہ عورت کو خبر تک نہ ہو۔ علاوہ ازیں عورت کا وہ جسمانی حصہ دیکھے جو عموماً ظاہر باہر ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ اجازت تب ہے جب غالب گمان ہو کہ وہ عورت اس کی دعوت کو قبول کرے گی۔ اگر عورت کو دیکھنا ممکن اور آسان نہ ہو تو یہ کام کسی با اعتماد عورت سے لیا جا سکتا ہے جو اس کے سامنے صحیح صورت حال واضح کر دے چنانچہ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک عورت دیکھنے کے لیے بھیجا۔

اگر کوئی شخص نکاح کرنے سے قبل کسی مرد یا عورت کے بارے میں کسی شخص سے تحقیق کرے یا کوئی رائے یا مشورہ لے تو اس شخص پر لازم ہے کہ وہ اس کی خوبی یا خامی بتا دے اور یہ غیبت شمار نہ ہو گی۔

جو عورت عدت گزار رہی ہو اسے واضح الفاظ میں دعوت نکاح دینا حرام ہے مثلاً: کوئی کہے۔ "میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔" اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ ٢٣٥ ... سورة البقرة

"تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ تم اشارتاً ان عورتوں سے نکاح کی بابت کہو۔"[26]

اس آیت میں عدت گزارنے والی عورت کے ساتھ تعریض (اشارے کنائے) کی اجازت دی ہے۔ مثلاً: کوئی کہے: "میں تجھ جیسی عورت سے نکاح کی رغبت رکھتا ہوں۔" یا اسے کہے: "جب تم اپنی مستقبل کی زندگی کا فیصلہ کرو تو ہمیں یاد رکھنا۔" صراحتاً دعوت نکاح دینے میں یہ خطرہ ہے کہ عورت عدت پوری ہونے سے قبل ہی نکاح کے لالچ میں تکمیل کا اعلان کر کے نکاح کر لے گی۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا یہی نقطہ نظر ہے۔

شیخ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : "عدت گزارنے والی عورت کو دوران عدت میں طلاق دینے والا صراحتاً یا اشارتاً پیغام نکاح دے سکتا ہے بشرطیکہ طلاق اس قسم کی ہو جس کے بعد عدت کے اندر بھی دوبارہ نکاح جائز ہو۔" [27]

کسی مسلمان بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح دینا حرام ہے الایہ کہ پہلا شخص خود اجازت دے دے یا اس کا ارادہ نکاح نہ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

"لَا یَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَىٰ خِطْبَةِ أَخِیهِ حَتَّیٰ یَتْرُکَ"

"کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نہ دے (بلکہ انتظار کرے حتی کہ وہ نکاح کرلے یا (ارادہ نکاح) چھوڑ دے۔" [28]

درج بالا ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ دوسرے شخص کے پیغام بھیجنے سے پہلے شخص کے معاملے میں بگاڑ لازم آسکتا ہے جو دونوں میں باہمی عداوت کا موجب ہے نیز اس کی حق تلفی ہوتی ہے البتہ اگر پہلا شخص خود ہی ارادہ نکاح ختم کر دے یا وہ دوسرے شخص کو اجازت دے دے تو اس عوت کو پیغام نکاح دینا دوسرے شخص کے لیے جائز ہوگا۔ اس میں جہاں مسلمان کا احترام ملحوظ ہے وہاں ظلم وزیادتی سے احتراز بھی ہے۔ فرمان نبوی کا مقصد بھی یہی ہے۔

بعض لوگ اس حکم نبوی پر عمل کرنے میں لاپروائی برتتے ہیں اور یہ جاننے کے باوجود کہ فلاں نے فلاں عورت کو پیغام نکاح دیا ہے اپنی جانب سے نکاح کا پیغام بھیج کر مسلمان بھائی پر ظلم وزیادتی کرتے ہیں اور اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے دوسرے کا کام خراب کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو سراسر حرام ہے۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں گناہ گار ہے بلکہ وہ دنیا میں بھی سخت سزا کا مستحق ہے۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ایسے حالات میں خبر دار رہے۔ اپنے مسلمان بھائیوں کے حقوق کا احترام کرے۔

کیونکہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر بہت بڑا حق ہے لہٰذا وہ اپنے مسلمان بھائی کے پیغام پر پیغام نہ بھیجے اور نہ اس کی بیع پر بیع کرے اور اسے کسی قسم کی اذیت نہ پہنچائے۔

نکاح کے ارکان اور شرائط کا بیان

مستحب یہ ہے کہ عقد نکاح سے پہلے خطبہ مسنونہ پڑھا جائے جو "خطبہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کے نام سے مشہور ہے اس کے الفاظ یہ ہیں :

"ان الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادي لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ"

اس کے بعد قرآن مجید کی ان آیات کی تلاوت کی جائے جو یہ ہیں :

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ١٠٢ ... سورۃ آل عمران

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ٱلَّذِى تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ١ ... سورۃ النساء

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَقُولُوا۟ قَوْلًا سَدِيدًا ٧٠ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَٰلَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ٧١ ... سورۃ الاحزاب

عقد نکاح کے تین ارکان ہیں۔

1۔ خاوند بیوی بننے والے دونوں ایسے افراد ہوں کہ ان کے باہمی نکاح میں کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو۔ مثلاً: عورت نسب، رضاعت یا عدت کے اعتبار سے ایسی نہ ہو جس سے نکاح کرنا اس مرد کے لیے حرام ہو یا مرد کافر اور عورت مسلمان ہو یا اور کوئی شرعی مانع ہو جن کا ذکر آگے چل کر ہم تفصیل سے کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

2۔ عقد نکاح کا دوسرا رکن "ایجاب" ہے یعنی عورت کا ولی یا جو اس کے قائم مقام ہے وہ عورت کے بننے والے شوہر سے کہے۔ "میں نے فلاں نامی عورت کا نکاح تجھ سے کیا۔" یا "اسے تیری بیوی بنا دیا۔"

3۔ تیسرا رکن قبول کرنا ہے یعنی شوہر یا جو اس کا وکیل ہے وہ کہے: "میں نے یہ نکاح قبول کیا۔" یا "اسے بیوی بنا لیا۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد رشید ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ "نکاح کا انعقاد ہر اس لفظ کے ساتھ ہو سکتا ہے جو نکاح پر دلالت کرے۔[30] البتہ وہ لوگ جو نکاح کے انعقاد کو نکاح یا تزویج کے ساتھ خاص کرتے ہیں وہ یہ کہتے کہ یہ دونوں وہ الفاظ ہیں جو قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَلَمّا قَضىٰ زَيدٌ مِنها وَطَرًا زَوَّجنٰكَها ... ۳۷ ... سورة الاحزاب

"پھر جب زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کر لی تو ہم نے اس کی تزویج تیرے ساتھ کر دی۔[31]

ایک اور مقام پر فرمان الٰہی ہے:

وَلا تَنكِحوا ما نَكَحَ ءاباؤُكُم مِنَ النِّساءِ... ۲۲ ... سورة النساء

"اور ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے۔[32]

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نکاح کا انعقاد انھی الفاظ میں منحصر ہے الغرض ان دو الفاظ کے علاوہ اور الفاظ سے بھی انعقاد نکاح ہو جاتا ہے۔

گونگے شخص کا قبول نکاح تحریر یا کسی قابل فہم اشارے سے ہو گا۔

ایجاب و قبول حاصل ہو جانے سے نکاح منعقد ہو جائے گا اگرچہ اس نے کلمہ قبول و ایجاب ازراہ مذاق کہا ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

"ثَلاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ: النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ"

"تین چیزیں پکی کرنے سے بھی ہیں اور ازراہ مذاق بھی پکی ہیں یعنی نکاح، طلاق اور رجوع کرنا۔"[33]

نکاح کی درستی کے لیے چار شرائط ہیں۔

(1) عقد نکاح کے وقت خاوند اور بیوی کا تعین ہو اور یہ کہنا کافی نہیں کہ "میں نے اپنی بیٹی تیرے نکاح میں دے دی۔" جبکہ اس کی متعدد بیٹیاں غیر شادی شدہ ہوں یا وہ کہے۔ "میں نے اس کی شادی تیرے بیٹے سے کر دی۔" جبکہ اس کے متعدد بیٹے ہوں۔

الغرض جس کا نکاح کیا جا رہا ہو اس کی تعیین ضروری ہے جو اشارہ کر کے ہو یا اس کا نام لیا جائے یا اس کے امتیازی اوصاف ذکر کیے جائیں۔

2۔ زوجین میں سے ہر ایک باہمی نکاح پر رضا مند ہو اس میں کسی ایک کو مجبور کرنا درست نہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا تُنكَحُ الأَيِّمُ حتى تُستَأمَرَ ولا تُنكَحُ البِكرُ حتى تُستَأذَنَ"

"شوہر دیدہ کا نکاح اس کی رائے معلوم کیے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری سے اجازت لیے بغیر نکاح نہ کیا جائے۔"[34]

البتہ اگر کوئی عمر کے اعتبار سے چھوٹا (نابالغ بچہ) ہو یا کم عقل تو اس کا سرپرست اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر بھی کر سکتا ہے۔

3۔ عورت کا نکاح اس کا سرپرست کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

"لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ"

"سرپرست (ولی) کے بغیر اس کا نکاح نہیں ہوتا۔"[35]

اگر کسی عورت نے سرپرست کے بغیر نکاح کر لیا تو اس کا نکاح باطل ہے کیونکہ یہ زنا کا ذریعہ ہے نیز (مسلمان) عورت ولی کی نسبت بہتر خاوند کی تلاش سے قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کے اولیاء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

وَأَنكِحُوا الأَيٰمىٰ مِنكُم... ٣٢ ... سورة النور

"تم میں سے جو مرد عورت بے نکاح کے ہوں ان کا نکاح کر دو۔"[36]

اور فرمان الٰہی ہے:

فَلا تَعضُلوهُنَّ أَن يَنكِحنَ أَزوٰجَهُنَّ ... ٢٣٢ ... سورة البقرة

"چنانچہ انھیں ان کے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو۔"[37]

عورت کے سرپرستوں کی ترتیب یوں ہے باپ، باپ کا متعین کیا ہوا شخص، دادا، پردادا اوپر تک، بیٹا، پوتا سگا بھائی، علاتی یا ان کی اولاد، سگا چچا اور ان کے بیٹے، علاتی چچا اور ان کے بیٹے، عصبہ نسبی میں سے میراث کی ترتیب سے کوئی قریبی قرابت دار پھر معتق اور حاکم وقاضی۔

4۔ عقد نکاح پر گواہ موجود ہوں۔ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ وَشَاهِدَيْ عَدْلٍ"

"ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔"[38]

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یہی تھا۔ اسی طرح ان کے بعد کے تابعین عظام کا نقطہ نظر بھی یہی تھا کہ گواہوں کے بغیر نکاح

نہیں ہوتا اس کے بارے میں سلف صالحین کے مابین کوئی اختلاف نہ تھا البتہ بعض متاخرین اہل علم نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے۔[39]

نکاح میں میاں بیوی کا کفو ہونا

"کفو" کے معنی ہیں "برابر اور ایک جیسا ہونا" اور یہاں خاوند بیوی کے درمیان برابری مراد ہے۔ خاوند اور بیوی کا پانچ اوصاف میں ہم پلہ ہونا ضروری ہے جو درج ذیل ہیں :

1۔ دین : فاجر وفاسق مرد پاک دامن، صالح عورت کا کفو نہیں ہوسکتا کیونکہ ایسے شخص کی گواہی اور روایت مردود ہوتی ہے جو شرف انسانیت میں ایک نقص ہے۔

2۔ نسب : عجمی اور عربی میں مساوات نہیں، لہذا عجمی شخص عربی عورت کا کفو نہیں۔[40]

3۔ صنعت : معمولی اور کم درجے کا پیشہ اختیار کرنے والا، مثلاً : سینگی لگانے والا اور جولاہا اس عورت کے برابر نہیں ہوسکتا جو کسی عزت والے پیشے، یعنی تاجر کی بیٹی ہے۔[41]

5۔ مال میں فراخی : نکاح میں مہر اور نان ونفقہ کی ادائیگی شوہر کے ذمے ہوتی ہے، لہذا تنگدست اور فقیر شوہر مالدار عورت کے برابر نہیں کیونکہ خاوند کی تنگ دستی اور اس کی طرف سے اخراجات کی عدم ادائیگی عورت کے لیے تکلیف اور نقصان کا باعث ہے۔

(1)۔ اگر خاوند اور بیوی میں درج بالا پانچ چیزوں میں اختلاف ہو تو ان میں برابری اور مساوات نہ رہی۔

واضح رہے اگر ان پانچ امور میں سے کوئی ایک امر زوجین میں پایا جائے تو صحت کا نکاح پر اثر انداز نہیں ہوتا کیونکہ زوجین میں برابری صحت نکاح کے لیے شرط نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مشورہ دیا تھا :

"انكحي أسامة بن زيد فكرهته"

"تم اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شادی کرلو۔ انھوں نے (اولاً یہ مشورہ) پسند نہ کیا۔ "

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا :

"انكحي أسامة فنكحته"

"اسامہ سے شادی کرلو تو انھوں نے ان سے شادی کرلی۔"[42]

واضح رہے کہ سیدنا اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک آزاد کردہ غلام، یعنی سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے تھے جبکہ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا قریش کے خاندان میں سے تھیں۔ لیکن مذکورہ پانچ چیزوں میں برابری زوجین کے تعلقات میں پختگی پیدا کرنے کے لیے ہے۔ (زندگی آسان گزرتی ہے، محبت میں کمی نہیں آتی) اگر کسی عورت کی شادی کردی جائے اور اس کا شوہر اس کے مساوی اور برابر کا نہ ہو تو اس عورت یا اس کے ولی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے۔ حدیث میں ہے ایک شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کردیا تاکہ لوگوں کی نظروں میں بھتیجے کا مقام بلند ہوجائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو نکاح قائم رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار دے دیا۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ زوجین میں کفو (برابری) صحت نکاح کے لیے شرط ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت ایسی ہی ہے۔

شیخ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : "امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی کو معلوم ہو کہ زوجین میں برابری نہیں تو دونوں کا نکاح فسخ قرار دے کر انھیں

علیحدہ کردیا جائے، علاوہ ازیں ولی کے لائق نہیں کہ وہ عورت کا نکاح غیر کفو سے کرے، نہ مرد ایسا کرے نہ عورت، کفو (برابری) مالی معاملات، یعنی حق مہر وغیرہ کی طرح نہیں کہ اگر عورت اور اس کے ولی چاہیں تو اس کا مطالبہ کریں چاہیں تو چھوڑ بھی سکتے ہیں لیکن مناسب ہے کہ کفو کا اعتبار کیا جائے۔" [43]

محرم عورتوں کا بیان

نکاح میں محرمات (جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے) کی دو قسمیں ہیں:

(1)۔ وہ عورتیں جن سے نکاح کرنا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ وہ چودہ ہیں: سات نسب کی بنیاد پر حرام ہیں اور سات سبب (رضاعت اور رشتے داری) کی وجہ سے حرام ہیں ان سب کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں موجود ہے:

وَلا تَنكِحوا ما نَكَحَ ءاباؤُكُم مِنَ النِّساءِ إِلّا ما قَد سَلَفَ إِنَّهُ كانَ فـٰحِشَةً وَمَقتًا وَساءَ سَبيلًا ٢٢ حُرِّمَت عَلَيكُم أُمَّهـٰتُكُم وَبَناتُكُم وَأَخَوٰتُكُم وَعَمّـٰتُكُم وَخـٰلـٰتُكُم وَبَناتُ الأَخِ وَبَناتُ الأُختِ وَأُمَّهـٰتُكُمُ الّـٰتى أَرضَعنَكُم وَأَخَوٰتُكُم مِنَ الرَّضـٰعَةِ وَأُمَّهـٰتُ نِسائِكُم وَرَبـٰئِبُكُمُ الّـٰتى فى حُجورِكُم مِن نِسائِكُمُ الّـٰتى دَخَلتُم بِهِنَّ فَإِن لَم تَكونوا دَخَلتُم بِهِنَّ فَلا جُناحَ عَلَيكُم وَحَلـٰئِلُ أَبنائِكُمُ الَّذينَ مِن أَصلـٰبِكُم وَأَن تَجمَعوا بَينَ الأُختَينِ إِلّا ما قَد سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كانَ غَفورًا رَحيمًا ٢٣ ... سورة النساء

"اور ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے مگر جو گزر چکا ہے، یہ بے حیائی کا کام اور بغض کا سبب ہے اور بڑی بری راہ ہے (22) حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری لڑکیاں اور تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی لڑکیاں اور بہن کی لڑکیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری ساس اور تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں، تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم دخول کر چکے ہو، ہاں اگر تم نے ان سے جماع نہ کیا ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں اور تمہارے صلبی سگے بیٹوں کی بیویاں اور تمہارا دو بہنوں کا جمع کرنا ہاں جو گزر چکا سو گزر چکا، یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے" [44]

درج بالا آیات کی روشنی میں جو عورتیں نسب کی وجہ سے حرام ہیں ان کی وضاحت یوں ہے:

ماں، دادی اور نانی جیسا کہ اللہ کے فرمان: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ سے معلوم ہوتا ہے۔

بیٹی، پوتی، نواسی پوتی کی بیٹی وغیرہ، اللہ کے فرمان: (وَبَنَاتُكُمْ) میں ہے۔

سگی بہن، علاتی بہن اور اخیافی بہن، اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (وَأَخَوَاتُكُمْ) سے واضح ہوتا ہے۔

پھوپھی اور خالہ۔ یہ دونوں عورتیں اللہ تعالیٰ کے فرمان: (وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ) میں مذکور ہیں۔

بھتیجی، بھتیجی کی بیٹی اور بھتیجے کی بیٹی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: (وَبَنَاتُ الْأَخِ) میں ہے۔

بھانجی، بھانجے کی بیٹی، بھانجی کی بیٹی۔ یہ اللہ کے فرمان: (وَبَنَاتُ الْأُخْتِ) سے مستفاد ہے۔

(2)۔ وہ عورتیں جو سبب کیوجہ سے حرام ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:

(3)۔ ملاعنہ (لعان کرنے والی عورت) ، ملاعن (لعان کرنے والے) شخص پر حرام ہے، یعنی اگر مرد نے اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگا دیا اور عورت نے اس کا انکار کیا تو دونوں کے درمیان لعان (ایک دوسرے پر لعنت کرنا) ہوگا۔ لعان کے بعد دونوں ایک دوسرے پر حرام ہوجاتے ہیں۔ نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے

ہیں :"لعان کرنے والوں میں ہمیشہ سے یہ طریقہ رائج رہا ہے کہ ان میں جدائی ڈال دی جائے گی، پھر وہ کبھی اکھٹے نہ ہو سکیں گے۔"[45]

ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :"اس مسئلے میں کسی کا اختلاف ہمارے علم میں نہیں آیا۔"[46]

(4)۔ رضاعت کے سبب وہ تمام عورتیں حرام ہیں جو نسب کے سبب حرام ہوتی ہیں، مثلاً : رضاعی مائیں، رضاعی بہنیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَأُمَّهَـٰتُكُمُ الَّـٰتى أَرضَعنَكُم وَأَخَوٰتُكُم مِنَ الرَّضـٰعَةِ ... ٢٣ ... سورة النساء

"اور تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ شریک بہنیں (تم پر حرام کی گئی ہیں۔)"[47]

"يَحرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحرُمُ مِنَ النَّسَبِ"

"رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔"[48]

(4)۔ باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے :

وَلا تَنكِحوا ما نَكَحَ ءاباؤُكُم مِنَ النِّساءِ... ٢٢ ... سورة النساء

"اور ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے۔"[49]

(5)۔ بیٹے، پوتے اور پر پوتے کی بیوی سے نکاح کرنا حرام ہے۔ فرمان الٰہی ہے :

وَحَلـٰئِلُ أَبنائِكُمُ الَّذينَ مِن أَصلـٰبِكُم

"اور تمہارے صلبی (سگے) بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنا بھی تم پر حرام ہے۔"[50]

(6)۔ منکوحہ عورت (بیوی) سے نکاح ہوتے ہی اس کی ماں، دادی، نانی سے نکاح حرام ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَأُمَّهـٰتُ نِسائِكُم

"اور تمہاری بیویوں کی مائیں (بھی تم پر حرام ہیں۔)"[51]

(7)۔ بیوی کی بیٹی، پوتی اور نواسی سے نکاح کرنا حرام ہے بشرط یہ کہ اس سے دخول ہو چکا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَرَبـٰئِبُكُمُ الَّـٰتى فى حُجورِكُم مِن نِسائِكُمُ الَّـٰتى دَخَلتُم بِهِنَّ فَإِن لَم تَكونوا دَخَلتُم بِهِنَّ فَلا جُناحَ عَلَيكُم... ٢٣ ... سورة النساء

"اور تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں، تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم دخول کر چکے ہو، ہاں اگر تم نے ان سے جماع نہ کیا ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں"[52]

وہ عورتیں جو وقتی طور پر حرام ہیں۔ ان کی دو انواع ہیں : اولاً : وہ عورتیں جو ایک شخص کے نکاح میں جمع ہونے کی وجہ سے حرام ہیں۔ ان کی دو صورتیں ہیں :

1۔ کسی شخص کا دو بہنوں کو بیک وقت اپنی بیویاں بنا کر رکھنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَأَن تَجمَعوا بَينَ الأُختَينِ ٢٣ ... سورة النساء

"اور تمہارا دو بہنوں کا جمع کرنا (بھی تم پر حرام ہے۔)"[53]

اور اسی طرح بیک وقت بیوی اور اس کی بھانجی سے یا بیوی اور اس کی بھتیجی سے شادی کرنا حرام ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"لَا تُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا ، وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا"

"تم عورت (تمہاری بیوی) اور اس کی پھوپھی یا عورت اور اس کی خالہ کو بیک وقت نکاح میں نہ رکھو۔"[54]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس فرمان کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے :

"إِنكم إِذا فعلتم ذلك قطعتم أرحامهن"

"اگر تم ایسا کرو گے تو قطع رحمی کے مرتکب ہو جاؤ گے۔"[55]

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سوکنوں کے درمیان غیرت اور حسد ہوتا ہے تو جب ان میں پہلے ہی سے قرابت ہو گی تو سوکن ہونے کے بعد نتیجہ قطع رحمی کی صورت میں برآمد ہو گا۔ البتہ اگر ایک کو طلاق دے دی جائے اور اس کی عدت گزر جائے یا ایک فوت ہو جائے تو اس کی بہن یا پھوپھی یا خالہ سے نکاح کرنا درست ہے کیونکہ اب ممانعت کا سبب باقی نہیں رہا۔

(8)۔ ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں رکھنا حرام ہے۔ ارشاد الٰہی ہے :

فَانكِحوا ما طابَ لَكُم مِنَ النِّساءِ مَثنىٰ وَثُلـٰثَ وَرُبـٰعَ... ٣ ... سورة النساء

"اور عورتوں میں سے جو بھی تمھیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کر لو، دو دو، تین تین، چار چار سے۔"[56]

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص مسلمان ہوا جس کی چار سے زیادہ بیویاں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ ان میں سے چار بیویاں رکھ لو اور باقی کو چھوڑ دو۔

ثانیاً : ایسی عورتیں جن سے کسی عارضی سبب کی بنا پر نکاح کرنا حرام ہے جو ایک مدت کے بعد ختم ہو جائے گا، اس کی متعدد صورتیں ہیں۔

(9)۔ جو عورت عدت گزار رہی ہے اس سے دوران عدت میں نکاح کرنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَلا تَعزِموا عُقدَةَ النِّكاحِ حَتّىٰ يَبلُغَ الكِتـٰبُ أَجَلَهُ... ٢٣٥ ... سورة البقرة

"اور عقد نکاح کا پختہ ارادہ مت کرو یہاں تک کہ عدت ختم ہو جائے۔"[57]

اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر دوران عدت میں اس سے کوئی نکاح کر لے تو اندیشہ ہے کہ وہ حاملہ ہو جائے اور یہ خبر نہ ہو کہ حمل پہلے شوہر کا ہے یا دوسرے کا۔ اس سے نسب میں

اشتباہ کا اندیشہ ہے۔

(10)۔ اگر کسی عورت کے بارے میں علم ہوا کہ وہ زانیہ ہے تو اس سے نکاح کرنا حرام ہے الا یہ کہ وہ توبہ کرے اور عدت گزارے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَالزّانِيَةُ لا يَنكِحُها إِلّا زانٍ أَو مُشرِكٌ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى المُؤمِنينَ ٣ ... سورة النور

"اور زنا کار عورت سے بھی سوائے زانی یا مشرک مرد کے اور کوئی نکاح نہیں کرتا اور ایمان والوں پر یہ حرام کر دیا گیا۔"[58]

(11)۔ جس آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہوں اس پر حرام ہے کہ اس عورت سے دوبارہ نکاح کرے الا یہ کہ کوئی دوسرا آدمی اسے شرعی نکاح میں لے اور اس سے وطی کرے اور پھر اسے طلاق دے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

الطَّلـٰقُ مَرَّتانِ فَإِمساكٌ بِمَعروفٍ أَو تَسريحٌ بِإِحسـٰنٍ وَلا يَحِلُّ لَكُم أَن تَأخُذوا مِمّا ءاتَيتُموهُنَّ شَيـًٔا إِلّا أَن يَخافا أَلّا يُقيما حُدودَ اللَّهِ فَإِن خِفتُم أَلّا يُقيما حُدودَ اللَّهِ فَلا جُناحَ عَلَيهِما فِيمَا افتَدَت بِهِ تِلكَ حُدودُ اللَّهِ فَلا تَعتَدوها وَمَن يَتَعَدَّ حُدودَ اللَّهِ فَأُولـٰئِكَ هُمُ الظّـٰلِمونَ ٢٢٩ فَإِن طَلَّقَها فَلا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعدُ حَتّىٰ تَنكِحَ زَوجًا غَيرَهُ فَإِن طَلَّقَها فَلا جُناحَ عَلَيهِما أَن يَتَراجَعا إِن ظَنّا أَن يُقيما حُدودَ اللَّهِ وَتِلكَ حُدودُ اللَّهِ يُبَيِّنُها لِقَومٍ يَعلَمونَ ٢٣٠ ... سورة البقرة

"یہ طلاقیں دو مرتبہ ہیں، پھر یا تو اچھائی سے روکنا یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور تمہیں حلال نہیں کہ تم نے انہیں جو دے دیا ہے اس میں سے کچھ بھی لو، ہاں یہ اور بات ہے کہ دونوں کو اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکنے کا خوف ہو، اس لئے اگر تمہیں ڈر ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت رہائی پانے کے لئے کچھ دے ڈالے، اس میں دونوں پر گناہ نہیں یہ اللہ کی حدود ہیں خبرداران سے آگے نہ بڑھنا اور جو لوگ اللہ کی حدوں سے تجاوز کر جائیں وہ ظالم ہیں (229) پھر اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے تو اب اس کے لئے حلال نہیں جب تک وہ عورت اس کے سوا دوسرے سے نکاح نہ کرے، پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے تو ان دونوں کو میل جول کر لینے میں کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ یہ جان لیں کہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے، یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جنہیں وہ جاننے والوں کے لئے بیان فرما رہا ہے۔"[59]

(12)۔ احرام باندھنے والے مرد اور عورت دونوں کے لیے حالت احرام میں نکاح کرنا حرام ہے حتیٰ کہ وہ اپنا احرام کھول دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"لَا يَنكِحُ الْمُحْرِمُ، وَلَا يُنكِحُ، وَلَا يَخْطُبُ"

"محرم نہ نکاح کرے اور نہ کروائے اور نہ پیغام نکاح دے۔"[60]

(12)۔ کوئی غیر مسلم کسی مسلمان عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَلا تُنكِحُوا المُشرِكينَ حَتّىٰ يُؤمِنوا ٢٢١ ... سورة البقرة

"اور نہ شرک کرنے والے مردوں کے نکاح میں اپنی (مسلمان) عورتوں کو دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔"[61]

(13)۔ مسلمان کسی کافر عورت سے نکاح نہ کرے۔ ارشاد الٰہی ہے :

وَلا تَنكِحُوا المُشرِكـٰتِ حَتّىٰ يُؤمِنَّ ٢٢١ ... سورة البقرة

"اور تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔"[62]

نیز فرمایا :

وَلا تُمسِكوا بِعِصَمِ الكَوافِرِ... ١٠ ... سورة الممتحنة

"اور کافر عورتوں کی ناموس اپنے قبضے میں نہ رکھو۔" [63]

البتہ آزاد کتابیہ عورت سے نکاح ہوسکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَالمُحصَنـٰتُ مِنَ الَّذينَ أوتُوا الكِتـٰبَ مِن قَبلِكُم... ٥ ... سورة المائدة

"اور جو لوگ تم سے پہلے کتاب دیے گئے ہیں ان کی پاک دامن عورتیں بھی حلال ہیں۔" [64]

یہ آیت پہلی دو آیتوں کے لیے مخصص ہے جس میں مسلمانوں پر کافر عورتوں سے نکاح حرام قرار دیا گیا ہے (کیونکہ اس میں اہل کتاب کی عورتوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔) اور اہل علم کا اس پر اجماع ہے۔

(14)۔ آزاد مسلمان شخص پر حرام ہے کہ وہ مسلمان لونڈی سے نکاح کرے کیونکہ اس میں اولاد کو غلامی کی طرف لے جانا لازم آتا ہے الا یہ کہ جب اسے زنا میں پڑنے کا خطرہ ہو اور آزاد عورت کا حق مہر ادا نہ کرسکتا ہو یا لونڈی کو آزاد کرنے کی قیمت کا مالک نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَمَن لَم يَستَطِع مِنكُم طَولًا أَن يَنكِحَ المُحصَنـٰتِ المُؤمِنـٰتِ فَمِن ما مَلَكَت أَيمـٰنُكُم مِن فَتَيـٰتِكُمُ المُؤمِنـٰتِ وَاللَّهُ أَعلَمُ بِإيمـٰنِكُم بَعضُكُم مِن بَعضٍ فَانكِحوهُنَّ بِإِذنِ أَهلِهِنَّ وَءاتوهُنَّ أُجورَهُنَّ بِالمَعروفِ مُحصَنـٰتٍ غَيرَ مُسـٰفِحـٰتٍ وَلا مُتَّخِذٰتِ أَخدانٍ فَإِذا أُحصِنَّ فَإِن أَتَينَ بِفـٰحِشَةٍ فَعَلَيهِنَّ نِصفُ ما عَلَى المُحصَنـٰتِ مِنَ العَذابِ ذٰلِكَ لِمَن خَشِىَ العَنَتَ مِنكُم وَأَن تَصبِروا خَيرٌ لَكُم وَاللَّهُ غَفورٌ رَحيمٌ ٢٥ ... سورة النساء

"اور تم میں سے جس کسی کو آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی پوری وسعت وطاقت نہ ہو تو وہ مسلمان لونڈیوں سے جن کے تم مالک ہو (اپنا نکاح کرلے) اللہ تمہارے اعمال کو بخوبی جاننے والا ہے، تم سب آپس میں ایک ہی تو ہو، اس لئے ان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کرلو، اور قاعدہ کے مطابق ان کے مہر ان کو دو، وہ پاک دامن ہوں نہ کہ علانیہ بدکاری کرنے والیاں، نہ خفیہ آشنائی کرنے والیاں، پس جب یہ لونڈیاں نکاح میں آجائیں پھر اگر وہ بے حیائی کا کام کریں توانہیں آدھی سزا ہے اس سزا سے جو آزاد عورتوں کی ہے۔ کنیزوں سے نکاح کا یہ حکم تم میں سے ان لوگوں کے لئے ہے جنہیں گناہ اور تکلیف کا اندیشہ ہو اور تمہارا ضبط کرنا بہت بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور بڑی رحمت والا ہے" [65]

(15)۔ غلام پر حرام ہے کہ وہ اپنی مالکہ کے ساتھ نکاح کرے۔ اس پر اہل علم کا اجماع ہے کیونکہ یہ درست نہیں کہ بیوی اس کی مالک ہو حالانکہ وہ اس کا خاوند ہے کیونکہ ہر ایک کے الگ الگ احکام ہیں۔

(16)۔ مالک پر حرام ہے کہ وہ اپنی مملوکہ کو بیوی بنائے کیونکہ عقد ملک، عقد نکاح سے قوی تر ہے۔ عقد قوی عقد ضعیف کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا۔

(17)۔ جس عورت سے نکاح کے ذریعے سے جماع حرام ہے، اس سے لونڈی ہونے کی صورت میں بھی جماع حرام ہے، مثلاً: جو عورت عدت گزار رہی ہو یا حالت احرام میں ہو یا بدکار عورت ہو یا جسے تین طلاقیں دی جاچکی ہوں کیونکہ نکاح تو اس لیے حرام ہے کہ وہ وطی کا ذریعہ بنتا ہے تو وطی کرنا بالاولیٰ حرام ہوگا، خواہ وہ لونڈی ہی ہو۔

نکاح میں شرط عائد کرنا

شرائط نکاح سے مراد وہ شرائط ہیں جو نکاح کے وقت زوجین میں سے کوئی ایک اپنی مصلحت کی خاطر دوسرے پر عائد کرتا ہے یا ان شرائط پر قبل از نکاح دونوں فریق اتفاق کر لیتے ہیں۔ یہ شرائط دو قسم کی ہیں بعض صحیح اور بعض فاسد۔

صحیح شرائط درج ذیل ہیں:

1۔ نئی بیوی اپنے مفاد کی خاطر اپنی سوکن کو طلاق دینے کی شرط عائد کرے۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ شرط صحیح ہے جبکہ بعض علماء اس کے فاسد ہونے کے قائل ہیں۔ یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

"ولا تسأل المرأة طلاق أختها لتكفأ ما في إنائها"

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی عورت اپنی (یا دینی) بہن کو طلاق دینے کی شرط عائد کرے تاکہ اس کا برتن خالی کر دے۔"[66]

اور انہی کے بارے میں قاعدہ ہے کہ وہ فساد کا تقاضا کرتی ہے۔

2۔ کوئی عورت اپنے خاوند پر یہ شرط عائد کر دے کہ اس کے ہوتے ہوئے وہ دوسرا نکاح نہیں کرے گا، نہ لونڈی رکھے گا وگرنہ اسے فسخ نکاح کا اختیار ہوگا۔ ایسی شرط درست ہے۔ حدیث میں ہے:

"أَحَقُّ الشُّرُوطِ أَنْ تُوفُوا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ"

"وہ شرائط پوری کرنے کے زیادہ لائق ہیں جن کی بنیاد پر تم نے اپنے لیے شرم گاہوں کو حلال کرایا ہے۔"[67]

3۔ اگر عورت نے یہ شرط لگائی کہ اس کا خاوند اسے اس کے گھر یا شہر سے باہر نہیں نکالے گا تو درست ہے، البتہ اس کی اجازت سے نکالنا صحیح ہے۔

4۔ اگر عورت نے خاوند پر یہ شرط عائد کی کہ وہ اس کے اور اس کی اولاد یا اس کے والدین کے درمیان جدائی پیدا نہیں کرے گا تو یہ شرط درست ہے۔ اگر خاوند اس کی مخالفت کرے گا تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہوگا۔

5۔ اگر کسی عورت نے بطور مہر زیادہ رقم لینے کی شرط عائد کی یا کسی خاص کرنسی کی صورت میں حق مہر کا مطالبہ کیا تو یہ شرط صحیح ہے جس کا پورا کرنا شوہر پر لازم ہے۔ اسے پورا نہ کرنے کی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا اختیار رہے، وہ جب چاہے نکاح فسخ کر سکتی ہے، البتہ اگر خاوند نے بیوی کو راضی کر لیا تو اس کا فسخ نکاح کا اختیار ساقط ہو جائے گا۔

ایک مرتبہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ دیا کہ "عورت نے بوقت نکاح جو شرائط مقرر کی تھیں خاوند انھیں پورا کرے۔" تو آدمی نے کہا: تب عورتیں ہمیں چھوڑ دیں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شرائط عائد ہونے سے حقوق ختم ہو جاتے ہیں۔"[68] نیز فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"الْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ"

"مسلمان باہمی شرائط کے پابند رہیں۔"[69]

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "نکاح میں عائد کردہ صحیح اور جائز شرائط کو پورا کرنا واجب ہے۔ یہ شریعت، عقل اور قیاس صحیح کا تقاضا ہے، نیز عورت اپنی عصمت خاوند کے حوالے کرنے کے لیے جن شرائط کے بغیر راضی نہیں ہوتی انھیں پورا کیا جائے۔ اگر انھیں پورا نہ کیا جائے گا تو عقد نکاح عورت کی مرضی کے مطابق نہ ہوا بلکہ اس پر وہ کچھ لازم

کیا گیا جو اس نے نہ خود لازم کیا اور نہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لازم کیا تھا۔"[70]

فاسد شرائط:۔

نکاح میں فاسد شرائط کی دو انواع ہیں، پہلی نوع: وہ فاسد شرائط جن سے عقد نکاح باطل ہوجاتا ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں:

1۔ نکاح شغار:۔

یعنی کوئی شخص اپنی بہن یا بیٹی کا اس شرط پر کسی سے نکاح کردے کہ دوسرا شخص بھی اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح اس سے کردے، نیز دونوں میں مہر نہ ہو۔ واضح رہے شغار شغور سے ہے جس کے معنی "معاوضے سے خالی ہونے" کے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ شغار شغر الکلب سے ہے اور یہ لفظ اس وقت بولتے ہیں جب کتا پیشاب کرنے کی خاطر ٹانگ اٹھاتا ہے۔ اس قسم کے نکاح کی قباحت کتے کے اس قبیح فعل کی طرح ہے۔ نکاح کی اس قسم میں عورت کے بدلے عورت ہوتی ہے جس کے حرام ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے اور ایسا نکاح باطل ہے۔ اس قسم کے نکاح میں جدائی ڈالنا واجب ہے، مہر کی نفی کی صراحت ہو یا اس کے بارے میں سکوت اختیار کیا گیا ہو دونوں صورتیں برابر ہیں۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"عن ابنِ عمرَ رَضِيَ اللَّہُ عنهما، ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى عَنِ الشِّغَارِ)) وَالشِّغَارُ: أَنْ يُزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُزَوِّجَهُ الآخَرُ ابْنَتَهُ، وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع کیا ہے۔" (راوی کہتے ہیں کہ) نکاح شغار یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیٹی کو کس کے نکاح میں اس شرط پر دے کہ وہ بھی اپنی بیٹی اسے نکاح میں دے گا اور دونوں عورتوں کا حق مہر بھی نہ ہو۔"[71]

شیخ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے (بزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم) نکاح شغار کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ عورت کے ولی پر لازم ہے کہ وہ اس کی شادی اس وقت کردے جب کسی "کفو" مرد کی جانب سے پیغام نکاح آجائے، نیز اس میں عورت کی مصلحت کو پیش نظر رکھے نہ کہ اپنی خواہش کو۔ اور یاد رکھے کہ مہر عورت کا حق ہے ولی کا نہیں، لہذا باپ یا ولی کو چاہیے کہ عورت کے نکاح میں اپنی غرض کے بجائے عورت کے مفاد کو سامنے رکھے ورنہ اس کا حق ولایت ساقط ہوجائے گا۔ جب ولی کی غرض فرج کا فرج کے ساتھ تبادلہ کرنا ہو تو وہ جس عورت کا ولی بن کر نکاح کر رہا ہے اس کے مفاد کے بجائے اپنی مصلحت کو مقدم رکھے گا۔ اور وہ اس آدمی کی طرح ہوگا جس نے صرف اپنے لیے مال دیکھ کر نکاح کیا نہ کہ عورت کی مصلحت و منفعت کا خیال کیا۔ اور یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں۔ اسی طرح اگر کسی نے نکاح شغار میں حق مہر محض حیلے کے طور پر مقرر کیا تو پھر بھی نکاح جائز نہ ہوگا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے کیونکہ مقصود وٹہ سٹہ ہوتا ہے۔"

اگر ہر ایک عورت کا حق مہر الگ الگ مقرر ہو اور کوئی حیلہ بھی نہ ہو، نیز دونوں عورتیں اپنے اپنے نکاح پر رضا مند ہوں تو نکاح درست ہے کیونکہ اب نقصان و ضرر کا پہلو نہیں رہا۔

2۔ نکاح حلالہ، کوئی شخص کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کرے کہ جب وہ اسے (صحبت کے بعد) پہلے شوہر کے لیے حلال کردے گا تو اسے طلاق دے دے گا تاکہ پہلے شوہر کے ساتھ اس کا نکاح دوبارہ کردیا جائے یا بوقت نکاح یا نکاح سے پہلے شرط عائد نہ کرے لیکن ایسی نیت ضرور رکھے، بہرحال یہ نکاح باطل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالتَّيْسِ الْمُسْتَعَارِ؟ قَالُوا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: هُوَ الْمُحَلِّلُ، لَعَنَ اللَّهُ الْمُحَلِّلَ، وَالْمُحَلَّلَ لَهُ"

"کیا میں تمھیں مانگ کر لیے ہوئے سانڈ کی خبر نہ دوں؟ صحابہ رضوان اللہ عنھم اجمعین نے عرض کی: ضرور بتائیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ حلالہ کرنے والا مرد ہے۔ اللہ

تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لیے حلالہ کیا جا رہا ہے دونوں پر لعنت کی ہے۔"[72]

3۔ عقد نکاح کو مستقبل کی شرط کے ساتھ مشروط کرنا، مثلاً: کوئی کہے: "میں تجھ سے اس عورت کا نکاح اس وقت کروں گا جب مہینہ شروع ہو گا۔" یا "اس (عورت) کی ماں رضا مند ہو گی۔" اس طرح کا نکاح منعقد نہ ہو گا کیونکہ نکاح عقد معاوضہ ہے جسے کسی شرط سے مشروط قرار دینا صحیح نہیں۔

اسی طرح ایک مدت مقرر تک کسی کو بیوی بنانا جائز نہیں، مثلاً: کوئی کہے: میں نے ایک رات کے لیے فلاں عورت کو تیری بیوی بنا دیا، چنانچہ اگلے دن اسے طلاق دے دینا یا کوئی شخص کسی عورت کا ایک مہینے یا ایک سال تک کے لیے نکاح کرے تو یہ مقرر وقت تک کا نکاح باطل ہے کیونکہ یہی "نکاح متعہ" ہے۔

شیخ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مشہور اور متواتر روایات متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے متعہ کو حلال کرنے کے بعد مستقل طور پر حرام قرار دے دیا ہے۔"[73]

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "تمام روایات اس امر پر متفق ہیں کہ متعے کی اباحت کا دور لمبا دور نہ تھا، پھر اسے حرام قرار دے دیا گیا۔ اس کی حرمت پر سلف وخلف علماء کا اتفاق ہے، ماسوا روافض کے جو کسی گنتی وشمار میں نہیں آتے۔"[74]

دوسری نوع ان فاسد شرائط کی ہے جن سے نکاح باطل نہیں ہوتا اور وہ حسب ذیل ہیں:

1۔ اگر کسی نے عقد نکاح میں عورت کے حقوق میں سے کسی حق کو ختم کرنے کی شرط عائد کی، مثلاً: مرد نے شرط عائد کی کہ عورت کے لیے مہر نہ ہو گا یا وہ اسے نان ونفقہ نہیں دے گا یا اسے اس کی سوکن سے کم حقوق ملیں گے تو ان تمام احوال میں شرط فاسد ہو گی، البتہ نکاح صحیح ہو گا کیونکہ اس شرط کا تعلق ایک زائد چیز سے ہے جس کا ذکر لازم ہے نہ اس سے عدم واقفیت باعث ضرر ہے (اس شرط کا عقد نکاح سے کوئی تعلق نہیں۔)

2۔ اگر کسی نے بیوی کے مسلمان ہونے کی شرط عائد کی لیکن معلوم ہوا کہ وہ "کتابیہ" ہے تو نکاح صحیح ہے، البتہ اسے فسخ نکاح کا اختیار ہے۔

3۔ اسی طرح شوہر نے بیوی کے کنواری ہونے یا خوبصورت ہونے یا اونچے خاندان کی شرط عائد کی لیکن صورت حال اس کے برعکس ظاہر ہوئی تو شوہر کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے کیونکہ عائد کردہ شرط مفقود ہے۔

4۔ کسی نے ایک عورت کو آزاد سمجھ کر شادی کی لیکن بعد میں اس کا لونڈی ہونا ثابت ہوا تو اگر اس کے لیے لونڈی سے نکاح کرنا جائز نہیں تو دونوں میں تفریق ڈال دی جائے گی اور اگر اس کے لیے نکاح کرنا جائز ہوا تو اسے فسخ نکاح کا اختیار ہے۔

5۔ اسی طرح اگر کسی عورت نے کسی مرد کو آزاد سمجھ کر شادی کی اور بعد میں وہ غلام ثابت ہوا تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے۔

اگر غلام کی بیوی کو آزادی مل گئی تو اسے غلام خاوند کے نکاح میں رہنے یا نہ رہنے کا اختیار ہے کیونکہ بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو غلام کی بیوی تھی۔ جب اسے خاوند سے پہلے آزادی مل گئی تو اس نے اپنا حق استعمال کرتے ہوئے مفارقت اختیار کی جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے۔

نکاح میں عیوب کا بیان

نکاح کے سلسلے میں کچھ ایسے عیوب ہیں جن کی وجہ سے فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

1۔ جس عورت کا خاوند نامرد ہونے یا مقطوع الذکر ہونے کی وجہ سے وطی کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو اس عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہے۔ اگر عورت نے خاوند کے نامرد ہونے کا

دعویٰ کیا جس کا خاوند نے اقرار کرلیا تو اسے (علاج معالجے کے لیے) ایک سال کی مہلت دی جائے گی، اگر وہ مقررمدت کے دوران وطی کرنے کے قابل ہوگیا تو ٹھیک ورنہ عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہوگا۔

2۔ اگر مرد نے اپنی بیوی میں ایسا عیب پایا جو وطی میں رکاوٹ کا باعث ہے، مثلاً: اس کی شرمگاہ کے سوراخ کا نہ کھلنا جس کا ازالہ بھی ناممکن ہو تو مرد کو فسخ نکاح کا اختیار ہوگا۔

3۔ اگر زوجین میں سے کسی ایک نے دوسرے میں ایسا عیب پایا جس کا دونوں میں ہونا ممکن ہے، مثلاً: بواسیر، جنون، پھلبہری، کوڑھ، گنجاپن اور منہ میں بدبو کا آنا وغیرہ تو اس میں ہر ایک فسخ نکاح کا اختیار ہوگا کیونکہ یہ عیوب نفرت کا باعث ہیں۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ہر وہ عیب جو زوجین میں سے کسی ایک کے لیے نفرت کا باعث ہو، نیز اس سے مقصود نکاح حاصل نہ ہورہا ہو تو اس سے نکاح قائم رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار لازماً حاصل ہوجاتا ہے۔ یہ اختیار بیع کو قائم رکھنے یا نہ رکھنے کے اختیار سے زیادہ پختہ ہے۔" [75]

4۔ اگر زوجین میں سے کسی ایک میں نکاح کے بعد عیب پیدا ہوگیا تو دوسرے کو فسخ نکاح کا اختیار ہوگا۔

زوجین میں سے ہر ایک فسخ نکاح کا اختیار تب ہوتا ہے جب دوسرا فریق اس عیب کو پسند نہ کرے اگرچہ خود اس میں ویسا ہی یا کوئی دوسرا عیب موجود ہو کیونکہ انسان اپنے عیب سے نفرت نہیں کرتا۔ اگر کسی کے عیب پر مطلع ہونے کے باوجود دوسرا فریق رضامندی کا اظہار کردے یا کسی اور ذریعے سے اس کی رضامندی معلوم ہوجائے تو اسے فسخ نکاح کا اختیار نہ ہوگا۔

(1)۔ جب کسی فریق کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوگا تو اس کی تکمیل قاضی کے ہاں جاکر ہوگی کیونکہ اس میں غوروفکر اور اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے، لہذا صاحب اختیار کے مطالبہ کرنے پر قاضی نکاح کو فسخ قرار دے گا یا اسے اجازت دے گا کہ وہ نکاح کو فسخ کردے۔

(2)۔ اگر مجامعت سے پہلے ہی نکاح فسخ ہوگیا تو عورت کو مہر میں سے کچھ نہ ملے گا کیونکہ اگر فسخ اس (عورت) کی طرف سے ہوا ہے تو یہ جدائی بھی اسی کی طرف سے آئی ہے اور اگر مرد نے نکاح فسخ کیا ہے تو عورت اپنا عیب چھپانے کے باعث خود اس فسخ کا سبب بنی ہے۔

(3)۔ اگر فسخ مجامعت کے بعد ہوا تو عورت کو مقرر مہر ملے گا کیونکہ وہ عقد نکاح سے واجب ہوچکا تھا تو مجامعت سے برقرار رہے گا ساقط نہ ہوگا۔

(4)۔ نابالغ لڑکی، دیوانی عورت یا لونڈی کا نکاح اس شخص سے کرنا جائز نہیں جس میں اس قسم کا عیب موجود ہو جس کی بنا پر نکاح فسخ کیا جاسکتا ہو کیونکہ ان مذکورہ عورتوں کے سرپرستوں کو چاہیے تھا کہ ہر صورت ان کی مصلحت اور منفعت کو ملحوظ رکھیں۔ اگر انھیں عیب کا علم نہ ہو تو جب علم ہوا ان کا نکاح فسخ کردیں تاکہ عورتوں کو ان سے ضرر نہ پہنچے۔

(5)۔ اگر کوئی عمر رسیدہ عقل مند عورت کسی نامرد شخص کو بطور شوہر پسند کرلے تو اس کا ولی رکاوٹ پیدا نہ کرے کیونکہ وطی عورت کا حق ہے کسی دوسرے شخص کا نہیں۔

(6)۔ اگر عورت کسی مجنون، کوڑھ یا پھلبہری والے سے شادی کرنے پر رضامند ہو تو ولی اسے روک دے کیونکہ آگے چل کر اولاد کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اور اس سے عورت کے خاندان کو اذیت پہنچے گی۔

کفار کے نکاح کا بیان

کفار سے مراد اہل کتاب، مجوس، بت پرست وغیرہ لوگ ہیں۔ اس باب میں اس نکاح پر بات کرنا مقصود ہے جس کو ان کے مسلمان ہوجانے کی صورت میں صحیح تسلیم کیا جائے گا یا اگر وہ کفر کی حالت میں مسلمان قاضی سے رجوع کریں تو ان کا نکاح قائم رکھا جائے گا۔

کفار کے نکاح کا حکم صحت و درستی ، وقوع طلاق ، ظہار ، ایلاء وجوب نفقہ اور باری کی تقسیم کے اعتبار سے مسلمانوں کے نکاح ہی کی طرح ہے ۔

(7) ۔ جن عورتوں سے نکاح کرنا مسلمانوں کے لیے حرام ہے ۔ انھی سے نکاح کرنا کفار کے لیے بھی حرام ہے ۔ کافر خاوند اور بیوی کے نکاح کے درست ہونے کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں عورت کی نسبت اس کے کافر شوہر کی طرف کی گئی ہے ۔ ارشاد الٰہی ہے :

وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ٤ ... سورة اللهب

"اور اس کی بیوی بھی (آگ میں جائے گی) جو لکڑیاں ڈھونے والی ہے ۔ "[76]

نیز ارشاد ہے :

"امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ"

"فرعون کی بیوی"[77]

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے عورت کی نسبت اس کے کافر خاوند کی طرف کی ہے اور یہ نسبت زوجیت کے درست ہونے کے متقاضی ہے ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : " درست بات یہی ہے کہ کفار کے وہ نکاح جو اسلام میں حرام ہیں وہ مطلقاً حرام ہیں ۔ ایسا کرنے والے لوگ اگر اسلام قبول نہیں کریں گے تو آخرت میں انھیں اس جرم کی بھی سزا ملے گی اور اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو ان کا یہ گناہ معاف ہو جائے گا کیونکہ ان کا عقیدہ نہ تھا کہ ان عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے ۔ باقی رہا نکاح کا صحیح یا فاسد ہونا تو درست بات یہی ہے کہ وہ ایک اعتبار سے صحیح ہے اور ایک اعتبار سے فاسد ۔ اگر نکاح کے صحیح ہونے سے مراد تصرف کا جائز ہونا ہے تو بشرط اسلام جائز ہوگا ۔ اور اگر یہ مقصد ہے کہ اسے نافذ مانا جائے اور زوجیت کے احکام مرتب ہوں ، مثلاً : اس کی وجہ سے تین طلاق دینے والے کے لیے دوبارہ نکاح کرنا جائز ہونا یا اس کے نکاح کے بعد طلاق ہونا یا اسکی وجہ سے اسے شادی شدہ شمار کرنا تو اس معنی میں یہ نکاح صحیح ہے ۔ "[78]

(8) ۔ کفار کے نکاح کے احکام میں سے یہ ہے کہ وہ فاسد صورتوں میں بھی دو شرطوں کے ساتھ قائم رہیں گے ۔

1 ۔ کفار اپنی شریعت کے مطابق اسے جائز سمجھیں ۔ اگر وہ اپنے عقیدے کے مطابق جائز نہ سمجھیں تو انھیں اس نکاح پر قائم نہیں رہنے دیا جائے گا کیونکہ یہ ان کے دین میں شامل نہیں ۔

2 ۔ کفار ان فاسد نکاح کے مقدمات کو ہماری عدالتوں میں پیش نہ کریں ۔ اگر وہ پیش کریں گے تو ہم انھیں ان فاسد نکاح پر قائم نہیں رہنے دیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ... ٤٩ ... سورة المائدة

"آپ ان کے معاملات میں اللہ کی نازل کردہ وحی کے مطابق ہی فیصلہ کیا کیجئے ۔ "[79]

(9) ۔ اگر کفار اس نکاح کو درست سمجھنے کا عقیدہ رکھیں اور ہماری عدالتوں میں ایسا مقدمہ نہ لائیں تو ہم ان سے تعرض نہیں کریں گے ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "ہجر" کے مجوسیوں سے جزیہ لیا لیکن ان کے نکاح کے معاملات میں دخل اندازی نہ کی ، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ مجوس محرمات سے نکاح کرنا جائز سمجھتے ہیں ۔ واضح رہے کہ بہت سے لوگوں نے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسلام قبول کر لیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کو سابقہ نکاح پر قائم رکھا اور ان نکاحوں کی کیفیت

نہ پوچھی۔

(10)۔ اگر کفار عقد نکاح سے قبل ہمارے پاس آجائیں گے تو ہم دین اسلام کے مطابق ان کے نکاح کردیں گے، یعنی ایجاب وقبول کرنا، ولی کا ہونا اور دو مسلمان گواہوں کی موجودگی وغیرہ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ... ٤٢ ... سورة المائدة

"اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان میں عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کریں۔" [80]

(11)۔ اگر وہ انعقاد نکاح کے بعد ہمارے ہاں آئیں گے تو ہم ان سے کیفیت نکاح کے بارے میں تعرض نہ کریں گے۔

(12)۔ اسی طرح اگر خاوند اور بیوی دونوں حالت کفر کے نکاح کے بعد مسلمان ہوجائیں تو ہم ان کے نکاح کی کیفیت وشرائط کے بارے میں تعرض نہ کریں گے، البتہ ہم ان کے ہمارے ہاں مقدمہ لانے یا اسلام قبول کرنے کے وقت کا لحاظ ضرور کریں گے۔

اگر مذکورہ وقت میں بغیر کسی شرعی مانع کے اس کی بننے والی بیوی سے نکاح جائز تھا تو ان کا نکاح قائم رہے گا کیونکہ ابتدائے نکاح میں کوئی شرعی مانع موجود نہیں، لہذا نکاح کو ہمیشہ قائم رکھنے میں اب کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اور اگر ہمارے ہاں مقدمہ لانے یا قبول اسلام کے وقت اس کی بننے والی بیوی سے نکاح حرام تھا تو ان میں تفریق کردی جائے گی کیونکہ جب عقد نکاح کی ابتداء ہی فاسد ہے تو نکاح کو قائم رکھنا بھی فاسد اور حرام ہے۔ اگر حالت کفر میں عورت کے لیے مہر کی مقرر شے جائز اور درست ہے تو بیوی اسے وصول کرے گی کیونکہ اس کی وصولی میں کوئی شرعی رکاوٹ نہیں ہے اور اگر حرام شے ہے، مثلاً: شراب یا خنزیر تو اگر عورت نے اسے وصول کرلیا تو اس کا نکاح قائم رہے گا۔ اور بیوی نے جو کچھ وصول کرلیا اس کے سوا اسے اور کچھ نہ ملے گا کیونکہ اس نے اسے مشرکانہ حالت میں لیا تھا، لہذا خاوند بری الذمہ ہوگیا۔ علاوہ ازیں اگر مہر کو از سر نو چھیڑا جائے تو اس میں خاوند کے لیے مشکل ہوگی جو اسلام سے نفرت کا باعث ہوسکتی ہے، لہذا دیگر کفریہ اعمال کی طرح اسے بھی نظر انداز کردیا جائے گا۔

اگر عورت نے مہر فاسد قبضے میں نہیں لیا تو اس کا مہر "مہر مثل" ہوگا۔ اگر اس نے مہر فاسد کا کچھ حصہ وصول کرلیا اور کچھ حصہ ابھی وصول کرنا ہے تو جس قدر حصہ وصول کرنا ہو اس کے برابر وہ مہر مثل کی قسط وصول کرلے گی۔ اور اگر اس کے مہر کا سرے سے نام نہیں لیا گیا تو اسے مہر مثل ملے گا کیونکہ یہ نکاح مہر کا نام لیے (مہر مقرر کیے) بغیر ہوا ہے۔

(13)۔ اگر خاوند اور بیوی دونوں نے ایک ہی وقت میں اسلام قبول کرلیا تو دونوں اپنے سابقہ نکاح پر قائم رہیں گے کیونکہ ان پر اختلاف دین کے لمحات نہیں گزرے۔

(14)۔ اگر اہل کتاب کا کوئی آدمی مسلمان ہوگیا لیکن اس کی بیوی (جو اہل کتاب میں سے ہے) مسلمان نہ ہوئی تو دونوں اپنے اسی نکاح پر قائم رہیں گے کیونکہ مسلمان مرد جب کتابیہ عورت سے نکاح کرسکتا ہے تو اس کے اسی نکاح کو قائم رکھنا بالاولیٰ جائز ہے۔

(15)۔ اگر کسی کافر شخص کی کافر بیوی دخول سے پہلے پہلے مسلمان ہوگئی تو ان کا نکاح باطل ہوجائے گا کیونکہ ارشاد الٰہی ہے:

فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ١٠ ... سورة الممتحنة

"تو اب تم انھیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو، یہ ان کے لیے حلال نہیں اور نہ وہ ان کے لیے حلال ہیں۔" [81]

واضح رہے کہ بیوی کو مہر میں سے کچھ نہ ملے گا کیونکہ تفریق کی وجہ خود بیوی کا عمل ہے۔

(16)۔ اسی طرح اگر دخول سے قبل غیر کتابی عورت کا شوہر مسلمان ہوگیا تو نکاح باطل ہوجائے گا کیونکہ ارشاد الٰہی ہے:

وَلا تُمسِكوا بِعِصَمِ الكَوافِرِ... ١٠ ... سورة الممتحنة

"اور کافر عورتوں کی ناموس اپنے قبضے میں نہ رکھو۔"[82]

اس صورت میں مرد کو نصف مہر دینا ہوگا کیونکہ تفریق کا سبب وہ خود بنا ہے۔

(17)۔اگر(اہل کتاب کے علاوہ) زوجین میں سے کوئی ایک مسلمان ہوگیا یہ کافر مرد کی کافر بیوی نے بعد از دخول اسلام قبول کرلیا تو عدت مکمل ہونے تک اس کا معاملہ موقوف رہے گا۔اگر عدت تک دوسرا فرد مسلمان نہ ہوا تو سمجھا جائے گا کہ پہلے شخص کے قبول اسلام ہی سے نکاح فسخ ہوگیا تھا۔

(18)۔اگر کسی شخص نے اسلام قبول کیا اور اس کی چار زائد بیویاں ہیں اور ان سب نے بھی اسلام قبول کرلیا یا وہ اہل کتاب سے تعلق رکھتی ہوں تو مرد کو چاہیے کہ ان میں سے صرف چار کا انتخاب کرے اور باقی کو اطلاع دے کر فارغ کردے کیونکہ قیس بن حارث نے جب اسلام قبول کیا تھا تو اس وقت ان کی آٹھ بیویاں تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا:

"اخْتَرْ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا"

"ان میں سے چار بیویوں کا انتخاب کرلو"[83]

یہی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین کو بھی فرمائی تھی۔واللہ اعلم۔

مہر کا بیان

مہر خاوند کی طرف سے بیوی کو معاوضہ دینے کا نام ہے جو نکاح کے وقت یا اس کے بعد مقرر کیا جاتا ہے۔مہر کا حکم "وجوب" کا ہے۔اس کی دلیل کتاب اللہ،سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع ہے،چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَءاتُوا النِّساءَ صَدُقـٰتِهِنَّ نِحلَةً فَإِن طِبنَ لَكُم عَن شَىءٍ مِنهُ نَفسًا فَكُلوهُ هَنيـًٔا مَريـًٔا ٤ ... سورة النساء

"اور عوتوں کو ان کے مہر راضی خوشی دے دو،ہاں اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھا لو"[84]

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے نکاح کیے،ان میں سے کوئی نکاح بھی مہر سے خالی نہ تھا،نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو فرمایا:

"التمس ولو خاتما من حديد"

"مہر کے لیے کچھ تلاش کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔"[85]

علاوہ ازیں اہل علم نے مہر کی مشروعیت پر اتفاق کیا ہے۔

(1)۔شریعت میں مہر کی مقدار کی کوئی حد مقرر نہیں۔نہ کم از کم کی اور نہ زیادہ سے زیادہ کی۔جو شے قیمت یا اجرت کے طور پر دینے کے قابل ہو،اسے مہر میں دینا درست ہے اگرچہ وہ

کم ہو یا زیادہ ،البتہ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا اور پیروی کرنا زیادہ مناسب ہے۔اور وہ یہ کہ مہر کی رقم چار سو درہم کے قریب قریب ہو۔[86]رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کا مہر بھی اسی قدر تھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :"اگر کوئی شخص مہر کی رقم زیادہ مقدار میں دینے کی طاقت رکھتا ہو تو مہر زیادہ دینا مکروہ نہیں الا یہ کہ کوئی شخص فخر ومباہات کے سبب ایسا کرے۔اور اگر وہ عاجز اور تنگ دست ہے تو مہر کی رقم زیادہ مقرر کرنا نہ صرف مکروہ ہے بلکہ حرام ہے۔اسی طرح اگر مرد مجبور ہو جائے کہ مہر ادا کرنے کے لیے حرام صورتیں اختیار کرے یا لوگوں کے آگے دست سوال پھیلائے تو اس صورت میں بھی زیادہ حق مہر مقرر کرنا حرام ہے۔اور اگر اس نے زیادہ مہر مقرر کر کے ادائیگی مؤخر کردی تو یہ بھی مکروہ ہے کیونکہ اس میں بھی خود کو مشکل میں ڈالنا ہے۔"[87]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مہر کی رقم کا زیادہ ہونا مکروہ نہیں الا یہ کہ اس میں فخر ومباہات پایا جائے یا اسراف کا پہلو ہو یا اس کا بوجھ مرد کے لیے قابل برداشت نہ ہو اور وہ اس بوجھ کو اتارنے کے لیے لوگوں کے آگے دست سوال دراز کرتا رہے اور وہ قرض کے بوجھ تلے دبا رہے۔یہ بہت قیمتی اصول ہیں جن پر عمل کرنے سے فوائد حاصل ہوتے ہیں اور انھیں نظر انداز کرنے سے نقصانات ہوتے ہیں۔

(2)۔گزشتہ کلام سے واضح ہوا کہ جو لوگ شادی کرنے والے شخص کی غربت وتنگ دستی کا لحاظ کیے بغیر خود ہی مہر کی کثیر رقم مقرر کر دیتے ہیں وہ لوگ اس شخص کے لیے مشکلیں اور مصیبتیں کھڑی کر دیتے ہیں۔یہ رواج نکاح کے راستے میں رکاوٹ بن چکا ہے۔مہر کے علاوہ بیوی اور اس کے رشتے داروں کی طرف سے مزید مختلف بوجھ ڈالے جاتے ہیں،مثلاً:قیمتی کپڑوں اور بھاری زیورات کا مہیا کرنا ،اچھے اور قیمتی کھانوں اور گوشت کا ضائع ہونا وغیرہ۔یہ سب کچھ بھاری بوجھ اور گلے کے طوق ہیں،اغیار کی بُری اور اندھی تقلید ہے جن کا مقابلہ کرنا اور ان سے زوجین کے راستوں کو صاف کرنا ازحد ضروری ہے تاکہ یہ دینی تعریف آسان سے آسان طریقے سے انجام پاسکے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أَعْظَمُ النِّسَاءِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُنَّ مَئُونَةً"

"وہ عورتیں عظیم برکت کا باعث ہیں جن کے نکاح اور نان ونفقہ کا خرچ کم ہو۔"[88]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَلَا لَا تُغْلُوا صُدُقَ النِّسَاءِ فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا أَوْ تَقْوَى عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ كَانَ أَوْلَاكُمْ بِهِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَا أَصْدَقَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ وَلَا أُصْدِقَتْ امْرَأَةٌ مِنْ بَنَاتِهِ أَكْثَرَ مِنْ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُغْلِي بِصَدُقَةِ امْرَأَتِهِ حَتَّى يَكُونَ لَهَا عَدَاوَةٌ فِي نَفْسِهِ وَحَتَّى يَقُولَ كُلِّفْتُ لَكُمْ عَلَقَ الْقِرْبَةِ وَكُنْتُ غُلَامًا عَرَبِيًّا مُوَلَّدًا فَلَمْ أَدْرِ مَا عَلَقُ الْقِرْبَةِ قَالَ وَأُخْرَى يَقُولُونَهَا لِمَنْ قُتِلَ فِي مَغَازِيكُمْ أَوْ مَاتَ قُتِلَ فُلَانٌ شَهِيدًا أَوْ مَاتَ فُلَانٌ شَهِيدًا وَلَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ قَدْ أَوْقَرَ عَجُزَ دَابَّتِهِ أَوْ دَفَّ رَاحِلَتِهِ ذَهَبًا أَوْ وَرِقًا يَطْلُبُ التِّجَارَةَ فَلَا تَقُولُوا ذَاكُمْ وَلَكِنْ قُولُوا كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مَاتَ فَهُوَ فِي الْجَنَّةِ"

"خبردار! عورتوں کے مہر میں غلو نہ کرو،اگر یہ کام دنیا میں عزت اور اللہ عزوجل کے ہاں تقوے کا باعث ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری نسبت اس کے زیادہ لائق تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی بیویوں یا اپنی بیٹیوں میں سے کسی کا مہر بارہ اوقیے (تقریباً پانچ صد درہم) سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا۔ایک آدمی اپنی بیوی کا مہر گراں قبول کرلیتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل میں عداوت اور دشمنی سما جاتی ہے اور کہہ اٹھتا ہے کہ میں نے تجھ کو نکاح میں لانے کے لیے ہر ایک مشکل کو برداشت کیا ہے یہاں تک کہ مشکیزے کی رسی بھی اٹھانی پڑی تو اٹھائی ہے (محنت مزدوری کر کے تیرا مہر پورا کیا ہے۔۔۔)"[89]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بسا اوقات مہر کے زیادہ ہونے سے خاوند کے دل میں بیوی کے خلاف بغض وعداوت پیدا ہو جاتی ہے۔اسی لیے کہا گیا ہے کہ "جو عورتیں مہر کے بارے میں آسانی پیدا کرتی ہیں برکت کا باعث ہیں"

جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ذکر ہوچکا ہے۔ الغرض مہر میں آسانی پیدا کرنے سے خاوند کے دل میں بیوی کی محبت پیدا ہوتی ہے۔

(3)۔ مہر کی مشروعیت میں یہ حکمت ہے کہ یہ عورت سے استمتاع کا معاوضہ، بیوی کی عزت وتکریم اور اس کے مقام ومرتبے کا لحاظ ہے۔

(4)۔ نکاح کے وقت مہر کی رقم کا نام لینا، اس کی تحدید وتعین کرنا مستحب ہے تاکہ بعد میں کسی قسم کا کوئی اختلاف پیدا نہ ہو۔

(5)۔ انعقاد نکاح کے بعد بھی مہر مقرر کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لاجُناحَ عَلَيكُم إِن طَلَّقتُمُ النِّساءَ ما لَم تَمَسّوهُنَّ أَو تَفرِضوا لَهُنَّ فَريضَةً ۚ ... سورة البقرة ٢٣٦

"اگر تم عورتوں کو بغیر ہاتھ لگائے اور بغیر مہر مقرر کیے طلاق دے دو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں۔"[90]

آیت کریمہ سے وضاحت ہوتی ہے کہ مہر عقد نکاح کے وقت سے مؤخر ہوسکتا ہے۔

(6)۔ نوعیت مہر کے بارے میں یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ جو شے بیع میں قیمت بن سکے یا اجارے میں اجرت کے طور پر ادا ہوسکے، اسے مہر کے طور پر مقرر کرنا جائز ہے۔ وہ کوئی معین شے ہو یا کوئی ایسی چیز جس کی ادائیگی کا وعدہ کیا گیا ہو یا کوئی معین کام حق مہر مقرر کرلیا جائے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مطلوب ومقصود مہر میں آسانی پیدا کرنا ہے جو احوال وواقعات کی مناسبت سے ہو، نکاح کو آسان بنانا مطلوب ہے جس سے انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی عظیم مصلحتیں وابستہ ہیں۔

مہر سے متعلق چند اہم مسائل حسب ذیل ہیں:

1۔ مہر کی مالک عورت ہے نہ کہ اس کا ولی، الا یہ کہ عورت خود اپنی رضا مندی سے کسی کو مہر کا کچھ (یا سارا) حصہ دے دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَءاتُوا النِّساءَ صَدُقـٰتِهِنَّ نِحلَةً ۚ ... سورة النساء ٤

"اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دو۔"[91]

البتہ عورت کا باپ خصوصی طور پر مہر کی رقم لے سکتا ہے اگرچہ عورت کی اجازت نہ بھی ہو بشرطیکہ اس میں عورت کے لیے کوئی مشکل وتکلیف نہ ہو اور عورت کو اس کی ضرورت نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"أنت ومالك لأبيك"

"اور تم اور تمہارا مال (سب کچھ) تمہارے باپ کا ہے۔"[92]

2۔ مہر کی رقم عقد نکاح کے وقت ہی سے عورت کی ملکیت میں آنا شروع ہوجاتی ہے جیسا کہ بیع میں ہوتا ہے، البتہ وطی یا خلوت یا کسی ایک کی موت کی صورت میں مکمل طور پر اس کا تقرر وثبوت ہوجاتا ہے۔

3۔ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو دخول وخلوت سے پہلے ہی طلاق دے دی اور مہر کی رقم مقرر ہوچکی تھی تو خاوند آدھا مہر ادا کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَإِن طَلَّقتُموهُنَّ مِن قَبلِ أَن تَمَسّوهُنَّ وَقَد فَرَضتُم لَهُنَّ فَريضَةً فَنِصفُ ما فَرَضتُم ... سورة البقرة ٢٣٧

"اور اگر تم عورتوں کو اس سے پہلے طلاق دے دو کہ تم نے انھیں ہاتھ لگایا ہو اور تم نے ان کا مہر بھی مقرر کر دیا ہو تو مقررہ مہر کا آدھا مہر دے دو۔" [93]

آیت کے سیاق کا تقاضا ہے کہ صرف طلاق دینے سے نصف مہر خاوند کا ہو اور نصف عورت کا اور جس نے بھی اپنا حصہ چھوڑ دیا، جبکہ جائز التصرف ہو تو اس کا یہ معاف کرنا اور چھوڑنا صحیح ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

إِلَّا أَن يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَا الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ... سورة البقرة ۲۳۷

"یہ اور بات ہے کہ وہ خود معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ (معاملہ) ہے۔" [94]

اللہ تعالیٰ نے معاف کرنے کی رغبت دلاتے ہوئے فرمایا :

وَأَن تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ... سورة البقرة ۲۳۷

"تمہارا معاف کر دینا تقوے کے بہت نزدیک ہے، اور تم آپس میں بھلائی اور احسان کرنا مت بھولو۔" [95]

واضح رہے عورت کی جانب سے معافی یہ ہے کہ وہ آدھا مہر بھی نہ لے اور مرد کی طرف سے معافی کی صورت یہ ہے کہ وہ آدھا مہر دینے کے بجائے پورا مہر ادا کر دے۔ اس میں مرد اور عورت دونوں کو اس بات کی ترغیب ہے کہ وہ ایک دوسرے سے تنگ ظرفی کا معاملہ نہ کریں اور باہم قائم ہونے والے تعلق کا لحاظ رکھیں۔

4۔ جو کچھ بھی نکاح کی وجہ سے وصول کیا جائے وہ حق مہر میں شامل ہے، مثلاً : اس کے باپ یا بھائی کے لیے لباس کا جوڑا وغیرہ۔

5۔ اگر کسی عورت کو بطور مہر ایسا مال دیا گیا جو کسی سے چھینا گیا تھا یا حرام شے تھی تو نکاح صحیح ہوگا، البتہ مرد پر لازم ہے کہ حرام مہر کے عوض عورت کو مہر مثل ادا کرے۔

6۔ اگر انعقاد نکاح کے وقت عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو تو نکاح صحیح ہوگا۔ اس کو تفویض (بلا مہر شادی) کہتے ہیں اور اس میں مہر مثل مقرر کیا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

لَّا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ... سورة البقرة ۲۳۶

"اگر تم عورتوں کو بغیر ہاتھ لگائے ہوئے اور بغیر مہر مقرر کیے طلاق دے دو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں۔" [96]

جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ "ان سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کا مہر مقرر نہ کیا اور وطی کرنے سے قبل ہی فوت ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا : اس عورت کو مہر مثل ملے گا، یعنی وہ مہر جو اس عورت کے قبیلے کی عورتوں میں معروف ہے۔ اس میں کمی بیشی نہ ہوگی، اس عورت پر عدت بھی ہوگی اور اسے خاوند کی میراث بھی ملے گی، چنانچہ معقل بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم) نے کھڑے ہو کر فرمایا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے قبیلے کی عورت بروع بنت واشق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ایسا ہی فیصلہ صادر فرمایا تھا۔" [97]

تفویض کی ایک صورت یہ ہے کہ مہر کی مقدار کو مفوض کیا جائے۔ اس کی شکل یہ ہے کہ ہونے والے خاوند اور بیوی آپس میں طے کر لیں کہ تو جتنا چاہے مہر مقرر کر لینا یا تیسرا (اجنبی) آدمی جتنا کہے وہ مقرر ہو جائے۔ اس طریقے سے کیا ہوا نکاح صحیح ہوگا اور اس میں مہر مثل مقرر کیا جائے گا اور مہر مثل سے متعلق فیصلہ قاضی کرے گا اور یہ اس عورت کی رشتے دار خواتین کے مہر کو دیکھ کر مقرر کیا جائے گا، جیسے اس کی ماں، خالہ یا پھوپھی وغیرہ ہے۔ فیصلے میں قاضی ان عورتوں کا اعتبار کرے گا جو اس عورت کے مال، حسن و جمال، عقل

وفہم، ہنر وادب، عمر اور باکرہ یا بیوہ وغیرہ ہونے میں ہم پلہ ہوں گی۔ اگر اس عورت کی قریبی رشتے دار خواتین نہ ہوں تو اس کے شہر کی دوسری عورتیں جو اس کے مشابہ ہوں گی، ان کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

اگر شوہر نے بیوی کو قبل از دخول طلاق کے ذریعے سے الگ کر دیا تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق بیوی کو مال ومتاع سے فائدہ پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

لاجُناحَ عَلَيكُم إِن طَلَّقتُمُ النِّساءَ ما لَم تَمَسّوهُنَّ أَو تَفرِضوا لَهُنَّ فَريضَةً وَمَتِّعوهُنَّ عَلَى الموسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى المُقتِرِ قَدَرُهُ مَتٰعًا بِالمَعروفِ حَقًّا عَلَى المُحسِنينَ ٢٣٦ ... سورة البقرة

"اگر تم عورتوں کو بغیر ہاتھ لگائے اور بغیر مہر مقرر کیے طلاق دے دو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں، ہاں انہیں کچھ نہ کچھ فائدہ دو۔ خوشحال اپنے انداز سے اور تنگدست اپنی طاقت کے مطابق دستور کے مطابق اچھا فائدہ دے۔ بھلائی کرنے والوں پر یہ لازم ہے" [98]

آیت میں صیغہ امر وجوب کے معنی دیتا ہے اور واجب کی ادائیگی احسان ہے۔

اگر قبل از وطی کسی ایک کے مرنے کے سبب مفارقت ہوگئی تو عورت کے لیے مہر مثل ہوگا اور ہر ایک دوسرے کا وارث بھی ہوگا کیونکہ انعقاد نکاح کے وقت مہر کے عدم ذکر سے صحت نکاح میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا روایت اس کی مؤید ہے۔

اگر دخول یا خلوت حاصل ہوگئی تو عورت کے لیے مہر مثل کامل ہے جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے خلفائے راشدین رضوان اللہ عنھم اجمعین کا فیصلہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے :

"مَن أَغلَقَ بابًا وَأَرخىٰ سِترًا عَلَى المَرأَةِ فَقَد وَجَبَ لَها الصَّداقُ"

"جس نے دروازہ بند کر لیا اور پردہ لٹکا لیا اس پر مہر واجب ہوگیا۔" [99]

اگر قبل از وطی عورت کی جانب سے تفریق پیدا ہوئی تو اسے مہر میں سے کچھ نہ ملے گا، مثلاً: وہ مرتد ہوگئی یا اس نے خاوند میں کوئی عیب نکال کر نکاح فسخ کر دیا وغیرہ۔

7۔ عورت کو حق حاصل ہے کہ مہر معجل (جسے خلوت سے پہلے ادا کرنا طے پایا ہو) کی ادائیگی سے پہلے خاوند کو قریب نہ آنے دے کیونکہ ایک بار یہ موقع دینے کے بعد وصولی مشکل ہوگی۔ اگر سارا مہر مؤجل (جسے تاخیر سے ادا کرنا طے پایا ہو) ہے تو عورت کو خلوت سے انکار کا حق حاصل نہیں کیونکہ وہ مہر کی تاخیر پر رضامندی کا اظہار کر چکی ہے۔ اسی طرح اس نے اگر ایک بار خلوت کا موقع دے دیا تو اس کے بعد اس نے چاہا کہ مہر وصول ہونے تک خاوند سے الگ رہے تو اسے یہ حق حاصل نہیں ہوگا۔

ولیمے کا بیان

ولیمے کے لغوی معنی ہیں: "کسی شے کا مکمل ہونا اور اس کا جمع ہونا۔" شادی کے موقع پر "کھانا کھلانے" کو ولیمہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ شادی کے سبب مرد اور عورت اکٹھے ہوتے ہیں۔

لغت عرب اور فقہاء کی اصطلاح میں مرد کی طرف سے شادی کے موقع پر "کھانا کھلانے" کو ولیمہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ شادی کے سبب مرد اور عورت اکٹھے ہوتے ہیں۔

لغت عرب اور فقہاء کی اصطلاح میں مرد کی طرف سے شادی کے موقع پر کھانا کھلانے ہی کو ولیمہ کہا جاتا ہے کسی اور کھانے کو نہیں۔ موقع و محل کی مناسبت سے دوسرے کھانوں کے اور نام ہیں۔

اہل علم کا اتفاق ہے کہ ولیمہ کرنا "سنت" ہے۔ بعض علماء کے نزدیک ولیمہ کرنا "واجب" ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے اور دعوت ولیمہ کو قبول کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب نکاح کی خبر سنائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أولم ولو بشاة"

"ولیمہ کرو چاہے ایک بکری کا ہو۔" [100]

اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب امہات المومنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا، صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادیاں کیں تو ولیمہ کیا۔

(1)۔ دعوت ولیمہ کے انعقاد کے وقت میں وسعت ہے جس کی ابتداء عقد نکاح سے ہوجاتی ہے اور شادی کے اختتام تک ہے۔

(2)۔ مقدار ولیمہ کے بارے میں بعض فقہاء کی یہ رائے ہے کہ ایک بکری سے کم نہ ہو، زیادہ ہو تو بہتر ہے۔ سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا تھا اس کا یہی مفہوم سمجھ میں آتا ہے لیکن ایسا تب ہے جب آسانی ہو ورنہ دعوت ولیمہ کا اہتمام حسب طاقت ہونا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی تو حیس بنا کر ولیمہ کیا جو کہ آٹا، گھی اور پنیر وغیرہ ملا کر تیار کیا جاتا ہے، اسے ایک چٹائی (دسترخوان) بچھا کر اس پر رکھ دیا گیا، (پھر سب نے کھایا۔) [101]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ گوشت کے بغیر بھی ولیمہ جائز ہے۔

(3)۔ ولیمے میں فضول خرچی ناجائز ہے جیسا کہ آج کل کیا جاتا ہے کہ بہت سی بکریاں اور اونٹ ذبح کردیے جاتے ہیں اور بہت سے کھانے پکائے جاتے ہیں جو اکثر بچ جاتے ہیں۔ بعد میں وہ نہ صرف کھائے نہیں جاتے بلکہ کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک دیے جاتے ہیں۔ یہ وہ چیز ہے جس میں ہمیں ہماری شریعت منع کرتی ہے اور عقل سلیم اسے جائز نہیں قرار دیتی۔ ممکن ہے اس قبیح حرکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے زوال نعمت کی کوئی سزا مل جائے، لہٰذا اس سے بچنا چاہیے، نیز ان ولیمے کی دعوتوں میں فخر ومباہات کا اظہار ہوتا ہے، دولت کی نمائش ہوتی ہے، منکرات اور خلاف شرع امور سرعام کیے جاتے ہیں۔ کبھی دعوت ولیمہ کا اہتمام بڑے بڑے ہوٹلوں میں کیا جاتا ہے جہاں مرد وزن کا اختلاط ہوتا ہے، بے پردگی کے مظاہر دیکھنے میں آتے ہیں۔ گانے باجے بجائے جاتے ہیں۔

فوٹو گرافر اور مووی میکر ماہرین کی ٹیموں کو خصوصی دعوت دے کر بلایا جاتا ہے جو بنی سنوری عورتوں کی تصاویر کھینچتے اور ان کے مختلف پوز محفوظ کرتے ہیں، خصوصاً دلہا اور دلہن کی مختلف انداز میں تصاویر کھینچی جاتی ہیں حتیٰ کہ ان اجتماعات میں پانی کی طرح بے جا سرمایہ بہایا جاتا ہے جس کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا بلکہ فتنہ وفساد اور بہت سی معاشرتی اور دینی خرابیوں کا سبب بنتا ہے۔ جو لوگ یہ کام کرتے ہیں انھیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں اس کی پکڑ نہ آجائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا... ٥٨ ... سورة القصص

"اور ہم نے بہت سی وہ بستیاں تباہ کردیں جو اپنی عیش وعشرت میں اترانے لگی تھیں۔" [102]

نیز فرمایا:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ٣١ ... سورة الاعراف

"اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو۔ بے شک اللہ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" [103]

اور فرمایا:

كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ٦٠ ... سورة البقرة

"(اور ہم نے کہہ دیا کہ) اللہ کا رزق کھاؤ پیو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔" [104]

اس عنوان پر اور بھی بہت سی قرآنی آیات ہیں جو کہ معلوم ہیں۔

(4)۔ جس شخص کو دعوت ولیمہ دی جائے وہ ضرور قبول کرے بشرطیکہ اس دعوت میں درج ذیل شرائط موجود ہوں:

1۔ وہ پہلے دن کا ولیمہ ہو۔ صرف پہلے ولیمہ میں شرکت کرنا واجب ہے، باقی دنوں کے ولیمے میں شرکت کرنا واجب نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"الْوَلِيمَةُ أَوَّلَ يَوْمٍ حَقٌّ وَالثَّانِيَ مَعْرُوفٌ وَالْيَوْمَ الثَّالِثَ سُمْعَةٌ وَرِيَاءٌ"

"پہلے دن کا ولیمہ ضروری ہے، دوسرے دن کا نیکی ہے اور تیسرے دن کا شہرت اور ریاکاری ہے۔" [105]

شیخ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "دوسرے ایام میں مناسب حد سے زیادہ جانور ذبح کرنا، کھانا اور کھلانا منع ہے اگرچہ اس کی عادت ہو یا اپنے اہل کو خوش کرنا مقصود ہو۔ اگر کوئی دوبارہ یہ حرکت کرے تو اسے سزا دی جائے۔"

2۔ دعوت دینے والا مسلمان ہو۔

3۔ دعوت دینے والا اللہ تعالیٰ کا باغی اور ظاہری نافرمان اور ان کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرتا ہو جن کی وجہ سے اس سے کنارہ کش ہونا ضروری ہو۔

4۔ دعوت دینے والے نے اگر کسی کو خصوصی طور پر دعوت دی ہو تو اس میں شرکت کرنا واجب ہے اور اگر دعوت ولیمہ کا اعلان عام ہو تو شرکت واجب نہیں۔

5۔ تقریب ولیمہ میں کوئی خلاف شرع کام نہ ہو، مثلاً: شراب پینا، فحش گانے گانا، ڈھول باجے، بجانا وغیرہ جیسا کہ آج کے دور میں ولیموں کی بعض تقاریب میں خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔

جب درج بالا شرائط موجود ہوں تو دعوت ولیمہ کو قبول کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ، يُمْنَعُهَا مَنْ يَأْتِيهَا، وَيُدْعَى إِلَيْهَا مَنْ يَأْبَاهَا، وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ، فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ"

"بدترین کھانا اس ولیمے کا کھانا ہے جس میں آنے والے کو روکا جائے اور جو انکاری ہیں ان کو بلایا جائے۔ جس نے دعوت ولیمہ قبول نہ کی اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔" [106]

(5)۔ نکاح کا اعلان و اظہار کرنا مسنون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"أَعْلِنُوا النِّكَاحَ"

"اس نکاح کا اعلان کرو۔"[107]

(4)۔ تقریب نکاح کے موقع پر دف بجانا جائز ہے کیونکہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"فَصلُ مَا بَينَ الحَرَامِ والحَلَالِ الدّفّ والصّوتُ"

"حلال اور حرام نکاح میں امتیاز دف بجانے اور آواز سے ہوتا ہے۔"[108]

عورتوں سے برتاؤ کا بیان

عورتوں سے برتاؤ سے مراد محبت والفت اور میل جول کے وہ تعلقات ہیں جو زوجین میں ازحد ضروری ہیں۔ ہر ایک کا دوسرے کے ساتھ ایسے انداز سے زندگی گزارنا لازم ہے جس میں کوئی کسی کے حق میں کوتاہی نہ کرے بلکہ خوش دلی سے تمام حقوق ادا کرے اور اسے تکلیف دے نہ احسان جتلائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعاشِروهُنَّ بِالمَعروفِ... ١٩ ...سورة النساء

"ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بودوباش رکھو۔"[109]

اور فرمان الٰہی ہے:

وَلَهُنَّ مِثلُ الَّذى عَلَيهِنَّ بِالمَعروفِ... ٢٢٨ ...سورة البقرة

"اوران عورتوں کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں۔"[110]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خَيرُكُم خَيرُكُم لِأَهلِهِ"

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے حق میں بہتر ہو۔"[111]

نیز فرمایا:

"لَوكُنتُ آمِرًا أَحَدًا أَن يَسجُدَ لِغَيرِ اللَّهِ، لأَمَرتُ المَرأَةَ أَن تَسجُدَ لِزَوجِهَا"

"اگر میں نے کسی کو حکم دینا ہوتا کہ وہ کسی انسان کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔[112] کیونکہ اس کا عورت پر بہت بڑا حق ہے۔"[113]

ایک اور روایت میں فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یوں ہے:

"إذا باتت المرأة هاجرة فراش زوجها لعنتها الملائكة حتى تصبح"

"اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے بستر سے دور رہ کر (حالت ناراضی میں) رات بسر کرتی ہے تو فرشتے اس پر صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں۔"[114]

(1)۔زوجین میں سے ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرے،اس سے نرمی برتے،اس کی طرف سے کوئی تکلیف یا پریشانی آئے تو اسے برداشت کرے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَبِالْوٰلِدَيْنِ اِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ... ٣٦ ...سورة النساء

"اورماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کرو اور رشتے داروں،یتیموں،قرابت دار ہمسائے،اجنبی ہمسائے اور پہلو کے ساتھی سے (بھی نیکی کرو۔)"[115]

کہا گیا ہے کہ یہاں (وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ) سے مراد زوجین میں سے ہر ایک ہے،نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٍ"

"میں تمھیں عورتوں سے حسن سلوک کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے ماتحت ہیں۔[116]

(2)۔شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو (ناپسند کرنے کے باوجود) اپنے ہاں بسانے کی کوشش کرے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسٰى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ١٩ ...سورة النساء

"اور تم ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بود و باش رکھو،گو تم انھیں ناپسند کرو لیکن بہت ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو برا جانو اور اللہ اس میں بہت ہی بھلائی کردے۔"[117]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں کہ "شاید اللہ تعالیٰ اس عورت کے ذریعے سے ایسی اولاد عطا فرمائے جو خیر کثیر اور سکون کا باعث ہو۔"[118]ایک صحیح حدیث میں ہے:

"لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ أَوْ قَالَ غَيْرَهُ"

"مومن شوہر مومنہ بیوی سے نفرت نہ کرے،اگر کسی ایک خصلت کے سبب وہ ناراض ہے تو ممکن ہے کسی دوسری خصلت کے باعث اس سے راضی ہو جائے۔"[119]

(3)۔زوجین میں سے ہر ایک پر حرام ہے کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرے یا حقوق کی ادائیگی میں کراہت کا اظہار کرے۔

(4)۔جب عقد نکاح ہو جائے اور مرد اپنے گھر میں اسے بلائے تو اسے سپرد کرنا لازم ہے بشرطیکہ اس کی عمر اتنی ہو کہ اس سے وطی کی جا سکتی ہو الا یہ کہ عورت نے عقد نکاح کے وقت اپنے گھر یا اپنے شہر میں رہنے کی شرط لگائی ہو۔

(5)۔شوہر کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی کو سفر میں لے کر جائے بشرطیکہ اس میں کوئی معصیت شامل نہ ہو یا اس کے دین کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین اپنی بیویوں کو سفر میں اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔

آج کے دور میں غیر اسلامی ممالک اور دیگر اباحات وفساد کے ممالک کی طرف سفر کرنے میں بہت سی اخلاقی قباحتیں اور دین کے لیے خطرات ہیں،اس لیے ان ممالک میں سیر و تفریح یا کھیل تماشہ دیکھنے کی خاطر بیوی کو لے کر وہاں جانا درست نہیں،لہذا بیوی کو چاہیے کہ وہ دیار اغیار میں جانے سے انکار کردے اور اس کے ولی کو چاہیے کہ وہ عورت کو شوہر کے ساتھ

ان ممالک کا سفر کرنے سے انکار کردے۔

(6)۔آج کے دور میں دولت مند لوگ شادی کرنے کے بعد "ہنی مون" منانے کےلیے کافر ممالک کا رخ کرتے ہیں، حقیقت میں ان کےلیے یہ لمحات زہر قاتل ہیں کیونکہ عام انسان وہاں کے ماحول کی خرابیوں کا شکار ہوجاتا ہے، مثلاً: عورت کے پردے کا ختم ہونا، کفار کا لباس پہن کر خود کو اچھا بلکہ برتر سمجھنا، کافروں کے اطوار وعادات کو دیکھنا اور پھر انھیں اپنانا، خلاف شرع امور میں ان کی تقلید کرنا، لہو ولعب کے مقامات کو دیکھنا وغیرہ۔ خاص طور پر صنف نازک ان کے رزیل کاموں کو دیکھ کر متاثر 4 ہوجاتی ہے حتیٰ کہ وہ اسلامی معاشرے کے آداب واخلاق کو ناپسند کرنے لگتی ہے، لہذا ایسا سفر حرام ہے۔ بہر صورت خود کو اوراپنے اہل وعیال کو بچانا ازحد ضروری ہے۔ جو دوست یا بھائی ایسے سفر کا ارادہ رکھتے ہوں انھیں روکنا چاہیے یا عورت کے ولی کو چاہیے کہ وہ عورت کو ان ممالک میں ہرگز نہ جانے دے۔ اگر کوئی بے غیرت مرد ایسا کرے تو ورثاء کو چاہیے کہ اپنی بہن یا بیٹی کو روک لیں، چاہے طلاق تک ہی نوبت پہنچ جائے کیونکہ عورت اپنے سرپرستوں کے پاس اللہ کی امانت ہے جس کی حفاظت ان کا فرض ہے۔ اگر عورت وہاں جانے پر رضا مند ہو تو بھی اسے نہ جانے دیا جائے کیونکہ عورت فطرتاً کمزور ہے، وہ اپنی دیکھ بھال اور نگرانی کرنے سے قاصر ہے۔ عورت پر ولی مقرر کرنے کا یہی مقصد ہوتا ہے کہ اسے بُرے کاموں سے بچایا جائے۔

(7)۔ شوہر پر حرام ہے کہ وہ اپنی بیوی سے اس وقت وطی کرے جب وہ حالت حیض میں ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَسـَٔلونَكَ عَنِ المَحيضِ قُل هُوَ أَذًى فَاعتَزِلُوا النِّساءَ فِى المَحيضِ وَلا تَقرَبوهُنَّ حَتّىٰ يَطهُرنَ فَإِذا تَطَهَّرنَ فَأتوهُنَّ مِن حَيثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوّٰبينَ وَيُحِبُّ المُتَطَهِّرينَ ٢٢٢ ... سورة البقرة

"آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے، حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہوجائیں ان کے قریب نہ جاؤ، ہاں جب وہ پاک ہوجائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے، اللہ توبہ کرنے والوں کو اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے"[120]

(8)۔ اگر عورت نظافت وصفائی کا خیال نہیں رکھتی تو خاوند اس پر سختی کرسکتا ہے کہ وہ اپنے جسم کو میل کچیل سے صاف رکھے۔اپنے ان بالوں کا ازالہ کرے جس کا ازالہ درست ہے ناخنوں کا کاٹے اور صاف رکھے، نیز ایسے ایسی کوئی شے کھانے سے روک سکتا ہے جو بدبودار ہو کیونکہ یہ چیزیں نفرت کا باعث بن جاتی ہیں۔

(9)۔ شوہر اپنی بیوی کو نجاست کے دھونے، فرائض کی ادائیگی، مثلاً: فرض نمازوں کی ادائیگی پر مجبور کرے گا بلکہ کوتاہی کی صورت میں شوہر اس کا اہتمام کروائے اور اسے مناسب سرزنش کرے۔ اگر وہ نہ مانے تو اسے اپنے ہاں رکھنا حرام ہے۔ علاوہ ازیں شوہر اسے حرام کاری کے ارتکاب سے بھی سختی کے ساتھ روکے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الرِّجالُ قَوّٰمونَ عَلَى النِّساءِ بِما فَضَّلَ اللَّهُ بَعضَهُم عَلىٰ بَعضٍ ٣٤ ... سورة النساء

"مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔"[121]

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

يـٰأَيُّهَا الَّذينَ ءامَنوا قوا أَنفُسَكُم وَأَهليكُم نارًا وَقودُهَا النّاسُ وَالحِجارَةُ عَلَيها مَلـٰئِكَةٌ غِلاظٌ شِدادٌ لا يَعصونَ اللَّهَ ما أَمَرَهُم وَيَفعَلونَ ما يُؤمَرونَ ٦ ... سورة التحريم

"اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اوراپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنھیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجا لاتے ہیں"[122]

نیز فرمان الٰہی ہے:

وَأمُر أَهلَكَ بِالصَّلوٰةِ وَاصطَبِر عَلَيها... ١٣٢ ... سورة طه

"اپنے گھرانے کے لوگوں کو نماز کا حکم دیجئے اور (خود بھی) اس پر قائم رہیے۔"[123]

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اسماعیل علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

وَاذكُر فِى الكِتـٰبِ إِسمـٰعيلَ إِنَّهُ كانَ صادِقَ الوَعدِ وَكانَ رَسولًا نَبِيًّا ٥٤ وَكانَ يَأمُرُ أَهلَهُ بِالصَّلوٰةِ وَالزَّكوٰةِ وَكانَ عِندَ رَبِّهِ مَرضِيًّا ٥٥ ... سورة مريم

"اس کتاب میں اسماعیل (علیہ السلام) کا واقعہ بھی بیان کر، وہ بڑا ہی وعدے کا سچا تھا اور تھا بھی رسول اور نبی (54) وہ اپنے گھر والوں کو برابر نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا، اور تھا بھی اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پسندیدہ اور مقبول"[124]

(10)۔ بیوی کے بارے میں خاوند پر مسئولیت عائد ہوتی ہے، وہ اس پر نگران (حاکم) ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہوگا۔ اسی طرح وہ دینی اُمور کے بارے میں بھی ذمے دار اور نگران ہے بالخصوص اس لیے بھی کہ عورت نے اس کی اولاد کی تربیت بھی کرنی ہوتی ہے اور وہ خاوند کے بعد گھر کی ذمے دار ہوتی ہے، اس لیے اس کا تربیت یافتہ ہونا نہایت ضروری ہے ورنہ اس کے دین واخلاق کی خرابی سے مرد کی اولاد اور اس کے اہل بیت میں فساد خرابی لازمی آئے گی۔

تمام مسلمانوں کی ذمے داری ہے کہ وہ عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں، ان کے روزمرہ کاموں پر نظر رکھیں، نیز ان کے حقوق وتصرفات کا خیال رکھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا، فَإِنَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٍ"

"میں تمھیں عورتوں سے حسن سلوک کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے ماتحت ہیں۔[125]

(11)۔ شوہر کو چاہیے کہ بیوی اگر آزاد ہے تو اس کے پاس چار راتوں میں سے ایک رات ضرور ہے بشرط یہ کہ بیوی کی طلب ہو کیونکہ وہ اس کے ساتھ ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ تین عورتیں اور رکھ سکتا ہے، (چنانچہ ہر بیوی کی باری چوتھے دن بنتی ہے۔) امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں سیدنا کعب بن سوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی فیصلہ دیا تھا۔ بعض فقہاء کی بھی یہی رائے ہے، البتہ شیخ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں یہ فیصلہ محل نظر ہے وہ فرماتے ہیں کہ چار عورتوں سے نکاح جائز ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اگر ایک ہی بیوی ہو تو بھی اس کا حق اتنا ہی ہوگا جتنا چار عورتوں کی موجودگی میں ہوتا ہے۔[126]

(12)۔ شوہر پر لازم ہے کہ طاقت وقدرت کے ہوتے ہوئے چار ماہ میں کم از کم ایک مرتبہ بیوی سے مجامعت ضرور کرے بشرط یہ کہ بیوی کا میلان اور رغبت ہو۔ اس مدت کی تعین کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایلاء کرنے والے کے حق میں چار ماہ کی مدت مقرر کی ہے، لہذا دوسرے شخص کے حق میں بھی یہی حکم سمجھا جائے گا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "خاوند پر اس قدر عمل زوجیت کی ادائیگی واجب ہے جس سے عورت کی خواہش جائز حد تک پوری ہوتی رہے، یعنی خاوند کو نقصان نہ پہنچے یا روزی کمانے کا عمل متاثر نہ ہو۔ اس سلسلے میں کسی خاص مدت کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔"

(13)۔ اگر خاوند نصف سال سے زائد عرصے کے لیے سفر پر رہا، پھر بیوی نے اسے واپس آنے کو کہا تو اسے لازماً واپس پلٹ آنا چاہیے الا یہ کہ وہ سفر حج یا فرض جہاد وقتال کا ہو یا وہ واپس آنے پر قادر نہ ہو۔ اگر اس نے بلاعذر شرعی واپس آنے سے انکار کر دیا اور بیوی نے اس انکار کی بنیاد پر خلع کا مطالبہ کیا تو حاکم اس کے شوہر سے مراسلت کرے۔ اگر شوہر قصوروار ہو تو حاکم دونوں میں تفریق کر دے کیونکہ شوہر ایسے حق کا تارک ثابت ہوا ہے جو بیوی کے لیے نقصان دہ ہے۔

شیخ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : "ترک وطی سے بیوی کا نقصان اس امر کا متقاضی ہے کہ نکاح کو ہر حال میں فسخ قرار دیا جائے ۔ اس میں خاوند کا قصد وارادہ شامل ہو یا نہ ہو خاوند کو مجامعت پر قدرت ہو یا نہ ہو جیسا کہ بیوی کے نان ونفقہ کے بارے میں حکم ہے ۔" [127]

(14) ۔ زوجین پر حرام ہے کہ کسی کے ہاں ان اقوال وافعال کا تذکرہ کریں جو مجامعت کے دوران ہوں ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

"إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ الرَّجُلَ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ وَتُفْضِي إِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا"

"روز قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بُرا مرتبہ اس شخص کا ہو گا جو اپنی بیوی سے مجامعت کرتا ہے اور بیوی اس سے لطف اندوز ہوتی ہے ، پھر مرد اپنی بیوی کے راز (دوسروں کے آگے) کھولتا ہے ۔" [128]

اس روایت سے ثابت ہوا کہ خاوند اور بیوی پر حرام ہے کہ وہ کسی اور کے سامنے دوران مجامعت ہونے والے امور ، واقعات اور کیفیات کے بارے میں باتیں کریں ۔

(15) ۔ خاوند کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بیوی کو بلاوجہ بغیر ضرورت کے گھر سے نکلنے کی صورت میں روک دے ۔ اسے آزاد نہ چھوڑے کہ وہ جہاں چاہے چلی جائے ۔ عورت پر بھی حرام ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر بغیر ضرورت کے گھر سے نکلے ، البتہ خاوند کو چاہیے کہ کسی ضروری اور جائز کام کے لیے اگر اس کی بیوی اجازت طلب کرے تو اسے اجازت دے دے ، مثلاً : اس کا کوئی محرم جیسے بھائی چچا وغیرہ بیمار ہو اور اس کی تیمارداری کرنا مقصود ہو کیونکہ اس میں صلہ رحمی ہے ۔

(16) ۔ شوہر کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی کے والدین کو اس سے ملاقات کے لیے آنے سے روکے ، البتہ اگر اس میں کوئی نقصان یا خرابی کا اندیشہ ہو تو وہ انھیں اس سے ملنے سے منع کر سکتا ہے ۔

(17) ۔ شوہر کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بیوی کو کسی کے ہاں محنت ومزدوری کرنے یا ملازمت کرنے سے روک دے کیونکہ وہ اسے خود نان ونفقہ مہیا کرتا ہے ۔ اس میں شوہر کے حقوق پامال ہونے کا خطرہ ہے اور اولاد کی تربیت میں تعطل پیدا ہو سکتا ہے بلکہ اس میں اس کے اخلاق وکردار کے لیے خطرات موجود ہیں ۔ خاص طور پر موجودہ دور نہایت پر فتن دور ہے کہ جس میں شرم وحیا نہایت کم ہو چکی ہے ، بے حیائی اور جرائم کی دعوت دینے والوں کی کثرت ہے ۔ دفاتر اور کام کاج کرنے کے ہر میدان میں عورتیں مردوں سے مل جل کر کام کرتی ہیں جن میں اکثر طور پر دونوں کے لیے خلوت محرمہ کے مواقع یسر آجاتے ہیں ، جن کی وجہ سے خطرات مزید بڑھ جاتے ہیں ، لہذا خود کو اور اپنی عورتوں کو ان خطرناک مواقع سے محفوظ اور دور رکھنا واجب ہے ۔

(18) ۔ شوہر اپنی بیوی کو پہلے خاوند کے بچے کو دودھ پلانے سے روک سکتا ہے الا یہ کہ کوئی شدید ضرورت اور عذر پیدا ہو جائے ۔

(19) ۔ اگر کسی عورت کو اس کے والدین مجبور کریں کہ وہ اپنے خاوند سے علیحدہ ہو جائے تو عورت اپنے والدین کی اطاعت نہ کرے ۔ اسی طرح اگر والدین اپنی بیٹی کو اپنی زیارت کے لیے آنے کو کہیں لیکن اس کا شوہر رضا مند نہ ہو تو عورت والدین کا کہا نہ مانے کیونکہ شوہر کی اطاعت کا حق والدین کی اطاعت سے بڑھ کر ہے ، چنانچہ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ سیدنا حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پھوپھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی کام کے لیے حاضر ہوئی جب وہ اپنے کام سے فارغ ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا :

أذات زوج أنت ؟) قالت : نعم ، قال (كيف أنت له ؟) قالت : ما آلوه إلا ما عجزت عنه ، قال : (فانظري أين أنت منه ، فإنما هو جنتك ونارك)

"کیا تم شوہر والی ہو ؟" اس نے کہا : جی ہاں ! آپ نے پوچھا : "کیا تو اس کی خدمت کرتی ہے ؟" وہ کہنے لگی : میں مقدور بھر اس کی خدمت بجا لاتی ہوں ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "تم غور کرنا اس (شوہر) کا مقام ومرتبہ تیرے مقابلے میں کس قدر بلند ہے کہ وہ تیری جنت ہے یا جہنم ہے ۔" [129]

(20) ۔اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو خاوند پر فرض ہے کہ ان میں وقت کی تقسیم ، حقوق کی ادائیگی اور رات گزارنے میں مساوات رکھے ورنہ ظلم وزیادتی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَعاشِروهُنَّ بِالمَعروفِ... ١٩ ...سورة النساء